اہل سنت کون؟

حافظ ابو یحییٰ نور پوری

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۳۹۲۔۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

''قیاسِ غیر صحیح کا متبع اگر اپنے آپ کو نفع مند علوم میں مشغول کرتا، رب العالمین کے رسول کی احادیث کو تلاش کرتا اور فقہاء ومحدثین کے نقوشِ پا کی پیروی کرتا تو یہ کام ہی اسے کافی ہو جاتا اور وہ اپنی مذموم رائے پر اعتماد کرنے کے بجائے حدیث پر اکتفاء کر لیتا، کیونکہ حدیث میں تمام اساسی عقائد وعبادات، مثلاً اصولِ توحید، وعدو وعید، رب العالمین کی صفات، جنت وجہنم کی کیفیات، زمین وآسمان میں اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ عجیب وغریب مخلوقات، عظیم آیات اور مقربین فرشتوں کا تذکرہ، سب کچھ موجود ہے۔

نیز حدیث میں انبیائے کرام کے واقعات، زہاد واولیاء کی خبریں، ادباء کی نصائح، فقہاء کی باتیں، عرب وعجم کی بادشاہوں کی سیرتیں، پہلی امتوں کے قصے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرایا وغزوات کی تفصیل، آپ کے تمام احکام وفتاوی جات، خطوط، مواعظ، معجزات، آپ کی ازواج، اولاد، سسرال اور اصحاب کی تعداد کا ذکر اور ان کے حسب ونسب کے تذکرے موجود ہیں، حدیث میں ہی قرآن کی تفسیر، صحابہ کے اقوال، ائمہ وفقہاء کے اختلافات موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ حدیث کو ہی شریعت کے محافظ بنایا ہے اور ان کے ہاتھوں ہر بدعت کا قلع وقمع کروایا ہے، یہی لوگ مخلوق کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نگران ہیں، نیز نبی اور امت کے درمیانی واسطہ اور حفاظتِ دین کے سلسلے میں مجتہد کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کے اخلاق عمدہ، فضائل معروف، دلائل واضح اور براہین دندان شکن ہیں۔

ہر گروہ کسی رائے وقیاس کی طرف رجوع کرتا ہے، سوائے اہلِ حدیث کے کہ قرآن ان کا ہتھیار، حدیث ان کی دلیل اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مقتدا و پیشوا ہیں، وہ خواہشات کی پیروی نہیں کرتے نہ ہی آراء کی طرف التفات کرتے ہیں، وہ ائمہ دین سے وہی بات قبول کرتے ہیں جو وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کریں، وہ حدیث کے محافظ، دین کے امین اور علم کے حاملین ہیں۔

جب کسی حدیث (کی صحت وضعف) میں اختلاف ہو تو انہی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، جو فیصلہ وہ کر دیں، سر آنکھوں پر رکھا جائے گا، ان میں سے ہر ایک فقیہ عالم، رفیع الشان امام، پختہ قاری اور بہترین خطیب ہے، یہی ''سوادِ اعظم'' ہیں، ان ہی کی راہ سیدھی ہے، ہر بدعتی (زبانی طور پر) انہی کے عقائد کا اظہار کرتا ہے، لیکن مذاہب (فروعی مسائل) میں ان کی طرح وضاحت کی جرأت نہیں کر پاتا۔

جو ان کی مخالفت کرتا ہے، اللہ اسے مغلوب کر دیتا ہے اور جو ان سے عداوت رکھتا ہے، اللہ اسے رسوا کر دیتا ہے، جو ان کو چھوڑے گا، انہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا اور جو ان سے علیحدہ ہوگا، کبھی کامیاب نہ ہوگا، اپنے دین میں محتاط آدمی انہی کی رہنمائی کا محتاج ہوتا ہے اور ان کی طرف بری نظر سے دیکھنے والا ذلیل ہو جاتا ہے۔'' (شرف اصحاب الحدیث للخطیب: ٣٦۔٣٨)

شمارہ نمبر 6

ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ، اپریل 2009ء

عالم الغیب کون؟

غلام مصطفٰی ظہیر امن پوری

۱☆ سیدنا ابو عامر الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

انّ النّبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم بینما ھو جالس فی مجلس فیہ أصحابہ ، جاء ہ جبریل علیہ السّلام فی غیر صورتہ یحسبہ رجلاً من المسلمین .

''ایک دفعہ نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے صحابہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جبریل علیہ السّلام کسی اور صورت میں آپ کے پاس آئے، آپ انہیں ایک مسلمان مرد سمجھ رہے تھے۔''

(مسند الامام احمد : ٤ /١٢٩ ، ح : ١٧٢٩٩ ، وسندہٗ حسن)

ایک روایت میں ہے:

والّذی نفسی بیدہ ما شبہ علیّ منذ أتانی قبل مرّتی ھذہ ، وما عرفتہ حتّی ولّی .

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب سے جبریل میرے پاس آنے لگے ہیں، وہ کبھی مجھ پر اتنے مشتبہ کبھی نہیں ہوئے، میں ان کو واپس جانے تک پہچان ہی نہیں پایا۔''

(صحیح ابن حبان : ١٨٣ ، وسندہٗ صحیح ، واصلہ فی مسلم)

سنن نسائی (۴۹۹۴، وسندہٗ صحیح) میں ہے:

ما کنت بأعلم بہ من رجل منکم ، وانّہ لجبریل علیہ السّلام نزل فی صورۃ دحیۃ الکلبیّ .

''میں (پہلے) اسے تم میں سے کسی سے بڑھ کر نہیں جانتا تھا، (اب وحی کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ) وہ تو جبریل علیہ السّلام تھے جو دحیہ الکلبی کی شکل میں نازل ہوئے تھے۔''

سیدنا جبریل علیہ السّلام جب انسانی شکل میں متشکل ہو کر آئے تو نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کو پہچان نہ سکے کہ مسلمان آدمی ہے یا جبریل علیہ السّلام انسانی شکل میں تشریف لائے ہیں، یہ حدیث علمِ غیب کی نفی پر زبردست دلیل ہے۔

۲☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب رات کو (نمازِ تہجد کے لیے) بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُکَ لِذَنْبِیْ ، وَاَسْأَلُکَ رَحْمَتَکَ ، اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ عِلْمًا ، وَلَا تُزِغْ قَلْبِیْ بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنِیْ ، وَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً ، اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ .

''تیرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں، اے اللہ! میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! تو میرے علم میں اضافہ فرما اور جبکہ تو نے مجھے ہدایت دی، میرے دل میں کجی مت فرما (مجھے گمراہ مت کر) اور اپنے پاس سے مجھے رحمت عطا فرما، بے شک تو ہی داتا ہے۔'' (سنن ابی داؤد: ٥٠٦١، عمل الیوم واللیلة للنسائی: ٨٦٥، عمل الیوم واللیلة لابن السنی: ٧٥٨، المستدرك للحاكم: ١/ ٥٤٠، وسندهٔ حسن)

اس حدیث کو امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (۵۵۳۱) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔ (نتائج الافکار: ١/ ١١٥-١١٦)

اس کا راوی عبداللہ بن ولید مصری ''حسن الحدیث'' ہے، امام ابنِ حبان اور امام حاکم نے اس کی حدیث کی تصحیح کر کے اس کی ''توثیق'' کر دی ہے، لہٰذا اس پر امام دارقطنی اور حافظ ابنِ حجر رحمہما اللہ کی جرح مردود ہے۔

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ''ما کان وما یکون'' کا علم نہیں دیا گیا تھا، کیونکہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم تو اللہ تعالیٰ سے علم میں اضافے کا سوال کر رہے ہیں، اس کی تائید قرآنِ مجید نے بھی کر دی ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْماً﴾ (طه: ١١٤)

''(اے نبی!) کہہ دیجیے، اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔''

۳☆ عاصم بن حمید السکونی کہتے ہیں کہ جب نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو آپ خود بھی ان کے ساتھ شہر سے باہر نکلے، ان کو وصیتیں فرما رہے تھے، سیدنا معاذ سوار تھے اور رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم پیدل چل رہے تھے، جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا:

یا معاذ! انّک عسیٰ أن لّا تلقانی بعد عامی هذا، ولعلّک أن تمر بمسجدی وقبری.

''اے معاذ! شاید آپ مجھے اس سال کے بعد نہ مل سکیں اور شاید آپ (جب آئیں تو) میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزریں۔''

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ اپنے محبوب کی جدائی کے باعث گھبرا کر رونے لگے تو نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، اے معاذ! رومت! رونے کا بھی کوئی موقع ومحل ہوتا ہے، (بین ونوحہ کرتے ہوئے رونا) شیطانی عمل ہے۔'' (مسند الامام احمد: ٥/ ٢٣٥، دلائل النبوة للبیهقی: ٥/ ٤٠٤-٤٠٥، وسندهٔ صحیح)

☆۴ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم یأکل الهدیّة ولا یأکل الصّدقة ، فأهدت له یهودیّة بخیبر شاة مصلیّة سمّتها ، فأکل رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم منها وأکل القوم ، فقال : ارفعوا أیدیکم ، فانّها أخبرتنی أنّها مسمومة فمات بشر البراء بن معرور الأنصاریّ ، فأرسل الی الیهودیّة ، ما حملکِ علی الّذی صنعتِ ؟ قالت : ان کنت نبیاً لم یضرّک الّذی صنعت ، وان کنت ملکا أرحت النّاس منک ، فأمر بها رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم فقتلت ، ثمّ قال فی وجعه الّذی مات فیه ، ما زلت أجد من الأکلة الّتی أکلت بخیبر ، فهذا أوان قطعت أبهری .

''رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہدیہ کھا لیا کرتے تھے، لیکن صدقہ نہیں کھاتے تھے، خیبر کی ایک یہودی عورت نے آپ کو تحفہ میں ایک بھونی ہوئی بکری زہر آلودہ کر کے پیش کی، آپ نے اور صحابہ کرام نے کھانا شروع کر دیا، پھر آپ نے فرمایا، اپنے ہاتھ (کھانے سے) اٹھالو، کیونکہ اس نے مجھے بتا دیا ہے کہ یہ زہر آلودہ ہے، اس سے بشر بن معرور انصاری صحابی شہید ہو گئے، آپ نے یہودیہ سے پوچھ بھیجا کہ اس کو اس کام پر کس چیز نے آمادہ کیا تھا؟ اس نے کہا، اگر آپ نبی ہیں تو یہ آپ کو نقصان نہ دے گی اور اگر آپ ایک بادشاہ ہیں تو میں نے لوگوں کو آپ سے آرام دے دیا ہے، پھر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حکم دیا اور وہ قتل کر دی گئی، پھر آپ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا، میں ہمیشہ اس لقمے کی وجہ سے تکلیف محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب وہ میری رگِ جان کاٹے جا رہا ہے۔'' (سنن ابی داوٗد : ۴۵۱۔ وسندہٗ حسن)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۲۱۹/۳۔۲۲۰) نے امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔

یہ حدیث اس بات پر نہایت واضح اور روشن دلیل ہے کہ نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم عالم الغیب نہیں تھے، ورنہ آپ زہر آلود گوشت تناول نہ فرماتے، بلکہ آپ کے صحابہ نے بھی یہ گوشت کھایا تھا، بشر بن براء بن معرور صحابی تو یہ گوشت کھانے کی وجہ سے شہید ہو گئے تھے، اسی جرم کی پاداش میں یہودی عورت کو قصاصاً قتل کر دیا گیا، اس حدیث میں اہلِ عقل کے لیے بڑا درس ہے۔

☆۵ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آخری مرض کا حال بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں: ''جب آپ کا مرض بڑھ گیا تو آپ نے فرمایا، أصلّی النّاس؟ کیا لوگوں نے نماز (باجماعت) ادا کر لی ہے؟ ہم نے عرض کی، نہیں اے اللہ کے رسول! وہ آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں، فرمایا، میرے لیے

ایک ٹب میں پانی رکھو، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نے ایسا ہی کیا کہ آپ کے لیے پانی رکھ دیا، آپ نے غسل فرمایا، آپ کھڑے ہونے لگے تو اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے، گر گئے، آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی، پھر افاقہ ہوا تو دریافت فرمایا، أصلّی النّاس؟ کیا لوگوں نے نماز ادا کرلی؟ ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ابھی نہیں، بلکہ وہ تو آپ کا انتظار کررہے ہیں، فرمایا، میرے لیے ایک ٹب میں پانی رکھو، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نے پانی رکھا، آپ نے غسل فرمایا، پھر کھڑے ہونے لگے تو اپنے آپ کو سنبھال نہ پائے، گر گئے، آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی، پھر آرام آیا تو فرمایا، أصلّی النّاس؟ کیا لوگوں نے نماز ادا کرلی ہے؟ ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! نہیں، وہ تو آپ کے منتظر ہیں، فرمایا، میرے لیے ایک ٹب میں پانی رکھو، آپ نے بیٹھ کر غسل فرمایا، پھر کھڑے ہونے لگے تو اپنے آپ کو سنبھال نہ پائے اور گر گئے، آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی، پھر افاقہ ہوا تو فرمایا، أصلّی النّاس؟ ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! نہیں، لوگ عشاء کی نماز کے لیے نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے انتظار میں جمے ہوئے تھے، بالآخر آپ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' (صحیح بخاری: ۱/ ۹۵، ح: ٦٨٧، صحیح مسلم: ۱/ ۱۷۷، ح: ٤١٨)

یہ حدیث دلیلِ قاطع اور برہانِ ساطع ہے کہ نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم غیب نہیں جانتے تھے، آپ کو ''ما کان وما یکون'' کا علم نہ تھا، آپ اپنی حیاتِ مبارکہ کے آخری لمحات میں بار بار دریافت فرما رہے تھے کہ کیا لوگوں نے نماز ادا کرلی ہے؟

٦ ☆ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

لقد رأيتني في الحجر وقريش تسألني عن مسراي ، فسألتني عن أشياء من بيت المقدس لم أثبتها ، فكربت كربة ما كربت مثله قطّ ، قال : فرفعه اللّٰه لي أنظر اليه ، ما يسألوني الّا أنباتهم به ....

''میں حطیمِ کعبہ میں کھڑا تھا اور قریش مجھ سے واقعۂ معراج کے بارے میں پوچھ رہے تھے، انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ نشانیاں پوچھیں جن کو میں یاد نہ رکھ سکا، جس کی وجہ سے میں اتنا پریشان ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا پریشان نہ ہوا تھا، تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا، وہ مجھ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھ رہے تھے اور میں ان کو دیکھ دیکھ کر بتاتا جا رہا تھا۔'' (صحیح مسلم: ۱/ ٩٦، ح: ۱۷۲)

اگر نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم غیب دان ہوتے تو آپ کو اتنی پریشانی نہ اٹھانا پڑتی، آپ نے بیت

المقدس کی جونشانیاں دیکھی تھیں، وہ بھی بھول گئے تھے، ثابت ہوا کہ آپ علمِ غیب سے متصف نہ تھے۔

٧☆ سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جاء عبد ، فبايع النّبى صلّى اللّه عليه وسلّم على الهجرة ، ولم يشعر أنّه عبد ، فجاء سيّده يريده ، فقال له النّبى صلّى اللّه عليه وسلّم بعنيه ، فاشتراه بعبدين أسودين ، ثمّ لم يبايع أحدا بعده حتّٰى يسأله ، أعبد هو ؟

''ایک غلام آیا اور اس نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ہجرت پر بیعت کر لی، لیکن یہ ظاہر نہ کیا کہ وہ غلام ہے، پھر اس کا مالک اس کو لینے کے ارادے سے آ پہنچا، آپ نے اس سے فرمایا، اسے میرے ہاتھ فروخت کر دو، پھر آپ نے اسے دو حبشی غلاموں کے بدلے خرید لیا، اس کے بعد آپ اس وقت تک کسی سے بیعت نہ لیتے تھے جب تک اس سے پوچھ نہ لیتے، کیا وہ غلام ہے؟'' (صحيح مسلم : ٢/ ٢٠ ، ح : ١٦٠٢)

یہ حدیث اس بات پر روشن دلیل ہے کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ''ما کان وما یکون'' کا علم نہیں دیا گیا تھا، آپ کو یہ بھی علم نہ تھا کہ یہ غلام ہے یا آزاد، بلکہ اس معاملہ کے بعد آپ تحقیق کرتے تھے۔

٨☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، بیان کرتی ہیں:

واعد رسول اللّه صلّى اللّه عليه وسلّم جبريل عليه السّلام فى ساعة يأتيه فيها ، جاء ت تلک السّاعة ولم يأته ، وفى يده عصا ، فألقاها من يده وقال : ما يخلف اللّه ولا رسله ، ثمّ التفت فاذا جرو كلب تحت سرير ، فقال : يا عائشة ! متٰى دخل هذا الكلب ههنا ؟ فقالت : واللّٰه ! ما دريت ، فأخرج ، فجاء جبريل عليه السّلام ، فقال رسول اللّه صلّى اللّه عليه وسلّم : واعدتّنى ، فجلست لک ، فلم تأت ، فقال : منعنى الكلب الّذى كان فى بيتک ، انّا لا ندخل بيتا فيه كلب ولا صورة .

''جبریل علیہ السّلام نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ایک معین وقت میں ملاقات کا وعدہ کیا، وہ وقت آن پہنچا، لیکن جبریل علیہ السّلام نہ آئے، اس وقت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہاتھ مبارک میں ایک لاٹھی تھی، آپ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا، اللہ تعالیٰ اور اس کے قاصد وعدہ خلافی نہیں کرتے، آپ نے اِدھر اُدھر دیکھا تو اچانک چارپائی کے نیچے کتے کا پِلّا (بچہ) دکھائی دیا، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، اے عائشہ! یہ کتا کب یہاں آیا؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، اللہ کی قسم! مجھے کوئی پتا نہیں، اس کتے کو نکال

دیا گیا، پھر جبریل علیہ السّلام آئے، آپ نے فرمایا، آپ نے مجھے ملاقات کا وعدہ دیا تھا، میں آپ کے انتظار میں بیٹھا رہا، آپ نہیں آئے، انہوں نے کہا، آپ کے گھر میں جو کُتّا تھا، اس نے مجھے داخل ہونے سے روک دیا، ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتایا (جاندار کی) تصویر ہو۔'' (صحیح مسلم: ۱۹۹/۲، ح: ۲۱۰٤)

صحیح مسلم (۱۹۹/۲، ح: ۲۱۰۵) میں ہی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم صبح کے وقت غمزدہ اٹھے، میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آج میں آپ کو کچھ پریشان دیکھ رہی ہوں، آپ نے فرمایا، جبریل نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔۔۔۔۔

۹ ☆ ہانی بن یزید روایت کرتے ہیں:

انّه لـمّا وفد الی النّبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم مع قومه ، فسمعهم النّبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم وهو یکنونه بأبی الحکم ، فدعاه النّبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم ، فقال : انّ اللّٰه هو الحکم والیه الحکم ، فلم تکنیت بأبی الحکم ؟ قال : لا ، ولکن قومی اذا اختلفوا فی شیء أتونی ، فحکمت بینهم ، فرضی کلا الفریقین ، قال : ما أحسن هذا ! ثمّ قال : ما لک من الولد ؟ قلت : لی شریح وعبداللّٰه ومسلم بنو هانیء ، قال : فمن أکبرهم ؟ قلت : شریح ، قال : فأنت أبو شریح ، ودعا له ولولده ، وسمع النّبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم یسمّون رجلا منهم عبدالحجر ، فقال النّبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم ما اسمک ؟ قال : عبدالحجر ، قال : لا ، أنت عبداللّٰه ، قال شریح : وانّ هانئا لمّا حضر رجوعه الی بلاده ، أتی النّبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم ، فقال : أخبرنی بأیّ شیء یوجب لی الجنّة ؟ قال : علیک بحسن الکلام وبذل الطّعام .

''جب وہ اپنی قوم کے ساتھ وفد کی صورت میں نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سنا کہ لوگ اسے ابوالحکم کنیت سے پکار رہے تھے، آپ نے اسے بلایا اور فرمایا، یقیناً اللہ ہی حَکم ہے اور اسی کی طرف فیصلے لوٹائے جاتے ہیں، تو نے اپنی کنیت ابوالحکم کیوں رکھ لی ہے؟ میں نے عرض کی، میں نے نہیں رکھی، بلکہ میری قوم جب اختلاف میں مبتلا ہوتی ہے تو میرے پاس آتی ہے، میں ان کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں تو دونوں فریق راضی ہو جاتے ہیں، آپ نے فرمایا، کیا خوب ہے! پھر فرمایا، تیری کتنی اولاد ہے؟ عرض کی، میرے بیٹے شریح، عبداللہ اور مسلم ہیں، فرمایا، ان میں سے بڑا کون ہے؟ عرض کی، شریح، فرمایا، پھر تیری کنیت ابوشریح ہے، ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے دعا فرمائی، پھر آپ نے سنا کہ

ایک آدمی کا نام عبدالحجر لیا جا رہا تھا، آپ نے اسے فرمایا، تیرا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کی، عبدالحجر، فرمایا، نہیں، تو عبداللہ ہے، شریح بیان کرتے ہیں، جب ہانی کا اپنے علاقے کی طرف کا وقت آیا تو وہ نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کناں ہوئے، کس چیز کے ذریعے میرے لیے جنت واجب ہو گی؟ آپ نے فرمایا، تو اچھی کلام کیا کر اور کھانا کھلایا کر۔'' (الادب المفرد للبخاری : ۸۱۱ ، خلق افعال العباد للبخاری : ۲٤٦ ، التاریخ الکبیر للبخاری : ٤/۲۲۷_۲۲۸ ، وسندهٗ حسن)

یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم غیب دان نہ تھے، نہ ہی آپ صحابہ کے حالات سے واقف تھے، جب صحابی کی ابوالحکم کنیت سنی تو اس کا رد کیا، پھر صحابی نے وجہ بیان کر دی کہ میری کنیت ابوالحکم کیوں ہے؟ آپ نے اس کو سراہا، پھر ان کی اولاد کے بارے میں پوچھا، آپ کو معلوم بھی نہ تھا کہ وہ صاحبِ اولاد ہیں یا نہیں اور ان کے کیا کیا نام ہیں؟

۱۰☆ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہ آپ کی زوجہ مطہرہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں داخل ہوئے (یہ ان کی حقیقی خالہ تھیں)، اس وقت ان کے پاس بھنی ہوئی گوہ رکھی ہوئی تھی، جسے ان کی بہن حفیدہ بنتِ حارث نجد سے اپنے ساتھ لائیں تھیں، سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے وہ گوہ نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پیش کر دی، جب آپ کھانے کے لیے ہاتھ بڑھانے لگے تو جو ازواجِ مطہرات وہاں حاضر تھیں، ان میں سے کسی نے کہا، جو چیز آپ کے سامنے پیش کی گئی ہے، وہ نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بتلا دینی چاہیے، چنانچہ عرض کی گئی، اے اللہ کے رسول! یہ گوہ ہے، آپ نے اس سے ہاتھ کھینچ لیا، میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا، یہ جانور ہماری زمین میں نہیں ہوتا، اس بنا پر کراہت آتی ہے، خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس گوہ کو اپنی طرف کھینچ کر کھا لیا، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم دیکھ رہے تھے۔''

(صحیح بخاری : ۲ /۸۳۱ ، ح : ۵۵۳۷ ، صحیح مسلم : ۳ /۱۵۱ ، ح : ۱۹٤۵)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وأنّه كان لا يعلم من المغيّبات الّا ما علّمه اللّٰه تعالىٰ .

''یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو غیب کی وہی چیزیں معلوم تھیں جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اطلاع کر دی جاتی تھی۔'' (فتح الباری : ۹ /٦٦٧)

....................**

داڑھی کی شرعی حیثیت

غلام مصطفےٰ ظہیر امن پوری

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق احسن انداز میں کی ہے اور داڑھی کے ذریعے اسے زینت بخشی ہے، داڑھی جہاں اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، وہاں اسوۂ رسول بھی ہے، یہ جہاں انسان کا فطرتی حسن ہے، وہاں اللہ کی شریعت بھی ہے، داڑھی جہاں قومی زندگی کی علامت ہے، وہاں اس کا صفایا مردنی کی دلیل بھی ہے، داڑھی جہاں شعارِ اسلام ہے، وہاں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا بھی ہے، داڑھی جہاں مرد کے لیے ظاہری حسن و جمال ہے، وہاں اس کے باطن کی تطہیر کا سبب بھی ہے، یہ تمام شریعتوں کا متفقہ مسئلہ ہے، یہ اسلامی تہذیب ہے، یہ وہ اسلامی وقار اور ہیبت ہے جس سے مرد وعورت کے درمیان تمیز ہوتی ہے، نیز اس سے مردوں اور ہیجڑوں کے درمیان امتیاز ہوتا ہے، یہ وہ دینی روپ ہے جس سے صالحین اور فساق و فجار کے درمیان فرق ہوتا ہے، یہ ایک فطرتی طریقہ ہے جو دلیل کا محتاج نہیں، نفسانی خواہشات، رسم ورواج اور ماحول سے مرعوب ہو کر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ زینت کو بدنمائی میں تبدیل کرنا بزدلی ہے، اس سے انسان اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ ھَوَاهُ ﴾(الجاثیۃ : ۲۳) ''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشات کو اپنا الہ ومعبود بنالیا؟'' کا مصداق ٹھہرتا ہے۔

داڑھی منڈانا بالاجماع حرام ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی معصیت اور اس کی نعمتوں کی ناقدری ہے، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے، یہ اللہ کی تخلیق کے حسن و جمال کی تخریب کاری اور کفار سے مشابہت ہے۔

داڑھی بڑھا کر اور مونچھیں کٹوا کر مشرکین کی مخالفت کرو:

۱☆ سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

خالفوا المشركين ووفّروا اللّحى وأحفوا الشّوارب .

''مشرکوں کی مخالفت کرو، یعنی داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کاٹو۔''

(صحیح بخاری : ۲/ ۸۷۵ ، ح : ۵۸۹۲ ، صحیح مسلم : ۱/ ۱۲۹ ، ح : ۲۵۹)

۲☆ سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے یہی روایت ان الفاظ میں بھی آتی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

نے فرمایا: أنهكوا الشّوارب واعفوا اللّحى . ''مونچھوں کو ختم کرو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔''

(صحیح بخاری: ۲/ ۸۷۵، ح: ۵۸۹۳)

☆۳ سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے یہی حدیث ان الفاظ سے بھی مروی ہے:

خالفوا المشركين ، أحفوا الشّوارب وأوفوا اللّحى .

''مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔'' (صحیح مسلم: ۱/ ۱۲۹، ح: ۵٤/ ۲۵۹)

داڑھی رکھنا اور مونچھیں کاٹنا حکمِ رسول ہے:

☆۴ یہ الفاظ بھی ہیں: أنّه أمر باحفاء الشّوارب واعفاء اللّحية .

''آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مونچھیں کاٹنے اور داڑھیاں بڑھانے کا حکم دیا۔''

(صحیح مسلم: ۱/ ۱۲۹، ح: ۵۳/ ۲۵۹)

داڑھی بڑھا کر مجوسیوں کی مخالفت کرو:

☆۵ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

جزّوا الشّوارب وأرخوا اللّحى ، خالفوا المجوس .

''مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں لٹکاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔'' (صحیح مسلم: ۱/ ۱۲۹، ح: ۲٦۰)

امام ابو عوانہ رحمہ اللہ نے احادیث پر داڑھی کے وجوب کا باب قائم کیا ہے۔ (صحیح ابی عوانہ: ۱/ ۱۳٤)

داڑھی منڈانا مجوسیوں کا کام ہے:

☆۶ سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

انّهم يوفّون سبالهم ويحلقون لحاهم ، فخالفوهم .

''وہ (مجوسی) مونچھیں بڑھاتے اور داڑھیاں منڈاتے ہیں، تم ان کی مخالفت کرو۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸/ ٥٦٦۔٥٦٧، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۰۵۵، ١٦٤٥، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱/ ۱۵۱، شعب الایمان للبیہقی: ٦۰۲۷، وسندہٗ صحیح)

اس حدیث کو امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (۵۴۷٦) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

اس کا راوی معقل بن عبید اللہ الجزری ''موثق، حسن الحدیث'' ہے، اس کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بل هو عند الأكثرين صدوق لا بأس به .

''لیکن وہ اکثر محدثین کے نزدیک ''صدوق، لاباس بہ'' ہے۔'' (میزان الاعتدال للذهبی : ٤ /١٤٦)

شاہ ولی اللہ الدہلوی الحنفی لکھتے ہیں: وقصّها أی اللّحية سنّة المجوس وفيه تغيير خلق اللّه.

''داڑھی کو منڈانا مجوسیوں کا طریقہ اور تخلیقِ الٰہی میں تبدیلی ہے۔'' (حجة الله البالغة : ١٥٢/١)

داڑھی بڑھا کر اور مونچھیں کٹوا کر یہود ونصارٰی کی مخالفت کرو:

☆٧ سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

فقلنا : يا رسول اللّه ! انّ أهل الكتاب يقصّون عثانينهم ويوفّرون سبالهم ، فقال النّبی صلّی اللّه عليه وسلّم : قصّوا سبالكم ووفّروا عثانينكم وخالفوا أهل الكتاب .

''ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اہلِ کتاب تو اپنی داڑھیاں کٹواتے اور مونچھیں بڑھاتے ہیں، آپ نے فرمایا، تم اپنی مونچھیں کٹواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ اور اہلِ کتاب کی مخالفت کرو۔''

(مسند الامام احمد : ٥ /٢٦٤_٢٦٥ ، وسندهٔ حسن)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔ (فتح الباری : ١٠ /٣٥٤)

داڑھی فطرتِ اسلام ہے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

عشر من الفطرة : قصّ الشّارب ، واعفاء اللّحية ، والسّواک ، واستنشاق الماء ، وقصّ الأظفار ، وغسل الرّاجم ، ونتف الابط ، وحلق العانة ، وانتقاص الماء (الاستنجاء) ، قال زكريّا : قال مصعب : ونسيت العاشرة الّا أن تكون المضمضة .

''دس خصلتیں فطرتِ اسلامیہ میں سے ہیں: (١) مونچھیں کاٹنا، (٢) داڑھی کو چھوڑ دینا، (٣) مسواک کرنا، (٤) وضو کرتے وقت ناک میں پانی چڑھانا، (٥) ناخن کاٹنا، (٦) انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا، (٧) بغل کے بال نوچنا، (٨) زیرِ ناف بال مونڈنا، (٩) استنجاء کرنا، راوی کا کہنا ہے کہ دسویں چیز مجھے بھول گئی ہے، شاید کہ کلی کرنا ہو۔'' (صحیح مسلم : ١ /١٢٩ ، ح : ٢٦١)

داڑھی شعارِ اسلام ہے:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بينا رسول اللّٰه صلّی اللّٰه عليه وسلّم ذات يوم جالسا اذ جاء رجل شديد سواد اللّحية .

''ایک دن نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا، جس کی داڑھی گہری سیاہ تھی۔۔۔۔اس کے چلے جانے کے بعد نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ شخص کون تھا؟ عرض کی نہیں، فرمایا:

ذاک جبريل ، أتاکم يعلّمکم دينکم . ''وہ جبریل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔''

(صحیح ابن حبان : ١٦٨ ، وسندهٔ صحیح)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی داڑھی مبارک:

١☆ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سر کے اگلے بال اور داڑھی کے (کچھ) بال سفید ہو گئے تھے، جب آپ تیل لگاتے تو وہ سفیدی معلوم نہیں ہوتی تھی اور جب بال بکھرے ہوئے ہوتے تھے تو سفیدی ظاہر ہوتی تھی، **وکان کثير شعر اللّحية** ۔آپ کی داڑھی مبارک بہت گھنی تھی، ایک شخص نے کہا کہ آپ کا چہرا تلوار کی طرح تھا، انہوں نے کہا نہیں، بلکہ سورج اور اور چاند کی طرح تھا، آپ کا چہرا گول تھا، میں نے آپ کے کندھے کے پاس کبوتر کے انڈے کے برابر مہرِ نبوت دیکھی، جس کا رنگ جسم مبارک کے رنگ کے مشابہ تھا۔(صحیح مسلم : ٢٣٤٤)

٢☆ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان رسول اللّٰه صلّی اللّٰه عليه وسلّم ليس بالطّويل ولا بالقصير ، ضخم الرّاس واللّحية .

''رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قد مبارک نہ بڑا تھا نہ چھوٹا، آپ کا سر مبارک بڑا اور داڑھی مبارک بھی بڑی تھی۔''(مسند الامام احمد : ١/ ٩٦، ١٢٧، وسندهٔ حسن)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (٦٠٢/٢) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی نے ''صحیح'' کہا ہے۔

اس کے راوی عثمان بن مسلم بن ہُرمُز کو امام ابنِ حبان نے ''ثقہ'' کہا ہے، امام حاکم نے اس کی حدیث کی سند کی ''تصحیح'' کی ہے، یہ بھی ''توثیق'' ہے، لہٰذا امام نسائی رحمہ اللہ کی جرح مردود ہے۔

٣☆ ہشام بن حبیش بن خویلد سے روایت ہے کہ اُمِ معبد کہتی ہیں: **وفی لحيته کثاثة .**

''نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔''(المستدرك للحاکم : ٣/ ١١٠٩ ، وسندهٔ حسن)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

☆۴ یزید الفارسی کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خواب میں دیکھا تو اس کا ذکر ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے کیا، آپ نے کہا کہ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم فرمایا کرتے تھے، ''شیطان میری مشابہت اختیار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے مجھے ہی دیکھا'' تو اس شخص کی صفت بیان کرسکتا ہے، جس کو تو نے خواب میں دیکھا ہے؟ کہا، ہاں! درمیانے قد والا، گندمی رنگ سفیدی کی طرف مائل، آنکھیں بڑی بڑی گویا کہ سرمہ ڈالا ہوا ہو، خوبصورت مسکراہٹ اور شکل، گول چہرہ **قد ملأت لحيته مابين هذه الى هذه ، قد ملأت نحره .**
داڑھی جو سینے کو بھرے ہوئے تھی، ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے، اگر تو جاگتے ہوئے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھتا تو ان صفات کے سوا اور صفات بیان نہیں کرسکتا تھا۔''

(طبقات ابن سعد : ۱ /٤١٧ ، مصنف ابن ابی شیبة : ۱۱ /٥٦،٥١٥ ، مسند ابن ابی شیبة (الاتحاف : ٨٥٠٧) ، مسند الامام احمد : ۱ /٣٦١_٣٦٢ ، مسند ابی یعلیٰ (الاتحاف : ٥٨٠٨) ، الشمائل للترمذی : ٣٩٣ ، ابن عساکر (السیرة النبویة : ۱ /٢٢٩_٢٣٠) ، وسندهٗ حسن)

اس کا راوی یزید الفارسی ''حسن الحدیث'' ہے، اس کے بارے میں امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **لا بأس به .** ''اس میں کوئی حرج نہیں۔'' (الجرح والتعدیل : ٢٩٤/٩)

امام ترمذی رحمہ اللہ (۳۰۸٦)، امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (۴۳) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۲۲۱/۲، ۳۳۰) نے اس کی ایک حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے، یہ اس کی ''توثیق'' ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ ہیثمی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: **رجاله ثقات .**
''اس کے راوی ثقہ ہیں۔'' (مجمع الزوائد : ٢٧٢/٨)

صحابہ کرام کی داڑھیاں

کسی صحابیٔ رسول سے داڑھی منڈانا قطعی طور پر ثابت نہیں ہے، بلکہ وہ داڑھیاں رکھتے تھے، جیسا کہ شرحبیل بن مسلم بیان کرتے ہیں:

رأيت خمسة من أصحاب رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم يقمون شواربهم ويعفون لحاهم ويصفرونها ، أبا أمامة الباهلى ، والحجّاج بن عامر الشّمالى ، والمقدام بن معدى كرب ، وعبد اللّٰه بن بسر المازنى ، وعتبة بن عبد السّلمى ، كانوا يقمون مع طرف الشّفة .

''میں نے پانچ صحابہ کرام کو دیکھا کہ وہ مونچھوں کو کاٹتے تھے اور داڑھیوں کو بڑھاتے تھے اور ان کو رنگتے تھے، سیدنا ابوامامہ الباہلی، سیدنا حجاج بن عامر الشمالی، سیدنا مقدام بن معدی کرب، سیدنا عبداللہ بن بسر المازنی، سیدنا عتبہ بن عبدالسلمی، وہ سب ہونٹ کے کنارے سے مونچھیں کاٹتے تھے۔''

(المعجم الکبیر للطبرانی : ۳۲۱۸، ۱۲۰ /۲۶۲، مسند الشامیین للطبرانی : ٥٤٠، وسندہٗ حسن)

حافظ ہیثمی فرماتے ہیں: **واسنادہٗ جید .** ''اس کی سند جید ہے۔'' (مجمع الزوائد : ٥/١٦٧)

حافظ ابن قیّم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **وأمّا شعر اللّحیة ففیه منافع ، منها الزّینة والوقار والهیبة ، ولهذا لا یری علی الصّبیان والنّساء من الهیبة ما یری علی ذوی اللّحٰی ، ومنها التّمییز بین الرّجال والنّساء .**

''داڑھی کے کئی فوائد ہیں، مثلاً اس میں مرد کی زینت ہے اور اس کا وقار اور تعظیم ہے، اس سے اس کی ہیبت ظاہر ہوتی ہے، اس لیے بچوں اور عورتوں میں وہ ہیبت اور وقار دکھائی نہیں دیتا جو داڑھی والے مردوں میں موجود ہوتا ہے، نیز داڑھی سے مرد اور عورت کے درمیان فرق اور پہچان ہوتی ہے۔''

(التبیان فی اقسام القرآن : ص ۲۳۱)

فائدہ نمبر ۱ :

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

انّ النّبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم کان یأخذ من لحیته من عرضها وطولها .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کو طول و عرض سے کاٹتے تھے۔''

(جامع ترمذی : ۲۷٦۲، شعب الایمان للبیهقی : ٦٠١٩)

تبصرہ :

اس کی سند سخت ترین ''ضعیف'' ہے، اس کے راوی عمر بن ہارون بلخی کو امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (الجرح والتعدیل : ۱۴۱/٦، وسندہٗ صحیح) نے ''کذاب''، امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ (الجرح والتعدیل : ۱۴۱/٦) نے ''ضعیف الحدیث''، امام نسائی رحمہ اللہ (الکامل لابن عدی : ۳۰/۵) نے ''متروک الحدیث'' اور امام دارقطنی رحمہ اللہ (الضعفاء والمتروکین : ۳٦۸) نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''یہ متروک ہے۔'' (التقریب : ٤٩٧٩)

حافظ منذری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **ضعّفه الجمهور .** ''اسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(الترغيب والترهيب : ٤٩٤/٤)

حافظ ہیثمی کہتے ہیں: **وقد ضعّفه أكثر النّاس .** ''اسے اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مجمع الزوائد : ١ /٢٧٣)

نیز کہتے ہیں: **والغالب عليه الضّعف ، وأثنى عليه ابن مهدى وغيره ، ولكن ضعّفه جماعة كثيرة .** ''اس پر ضعف غالب ہے، امام ابنِ مہدی وغیرہ نے اس کی تعریف کی ہے، لیکن اسے زیادہ محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔'' (مجمع الزوائد : ٢ /١٩٨) اس پر ابن مہدی کی تعریف ثابت نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی اس حدیث پر جرح نقل کی ہے۔

(جامع ترمذی تحت حديث : ٢٧٦٢)

حافظ ابن الجوزی لکھتے ہیں: **هذا الحديث لا يثبت عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم .**

''یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔'' (العلل المتناهية : ١٩٧/٢)

لہٰذا انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب (فیض الباری : ۳۸۰/۴) کا اس کے راویوں کو ''ثقہ'' قرار دینا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔

فائده نمبر ٢ :

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رأى النّبىّ صلّى الله عليه وسلّم رجلا مجفل الرّأس واللّحية ، فقال : على ما يشوّه أحدكم نفسه أمس ، قال : وأشار رسول اللّٰه صلّى الله عليه وسلّم الى لحيته ورأسه يقول : خذ من لحيتك و رأسك .

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا، اس کا سر اور داڑھی پراگندہ تھی، آپ نے فرمایا، کیوں تم میں سے کوئی ایک اپنے آپ کو بدنما بناتا ہے، آپ نے اپنی داڑھی اور سر مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، اپنی داڑھی اور سر کے بالوں سے کاٹ۔'' (شعب الايمان للبيهقى : ٦٠٢٠)

تبصره :

اس کی سند سخت ترین ''ضعیف'' ہے، اس میں ابو مالک عبدالملک بن الحسین النخعی ''متروک'' راوی ہے۔ (تقريب التهذيب : ٨٣٣٧)

حافظ ہیثمی کہتے ہیں: رواہ الطّبرانیّ فی الأوسط عن شیخه موسی بن زکریّا التّستریّ وھو ضعیف .

''اسے طبرانی نے اپنے شیخ موسیٰ بن زکریا تستری سے بیان کیا ہے اور وہ ضعیف ہے۔''

(مجمع الزوائد : ٥/١٦٤)

داڑھی منڈانے کی خرابیاں :

١☆ داڑھی منڈانا باعثِ لعنت ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے: ستّة لعنتھم ولعنھم اللّٰه ......والتّارک لسنّتی .

''چھے آدمیوں پر میں بھی لعنت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی (ان میں سے ایک ہے) میری سنت کو چھوڑ دینے والا۔'' (جامع ترمذی : ٢١٥٤ ، وسندہٗ حسن)

اس حدیث کو امام ابنِ حبان (٥٧٤٩) اور امام حاکم (٢/٥٢٥) رحمہما اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

اس کے راوی عبدالرحمٰن بن ابی الموال کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ثقة مشھور . ''یہ مشہور ثقہ راوی ہے۔'' (المغنی : ٢/٤١٤)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: من ثقات المدنیّین . ''یہ ثقہ مدنی راویوں میں سے ہے۔''

(فتح الباری : ١١/ ١٨٣)

اس کا دوسرا راوی عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن موہب ''مختلف فیہ'' ہے، راجح قول کے مطابق وہ جمہور کے نزدیک ''حسن الحدیث'' ہے۔

یاد رہے کہ یہاں سنت سے مراد فرضی اور واجبی سنتیں، مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھنا، داڑھی رکھنا وغیرہ ہیں۔

اب جو بھی شخص داڑھی منڈائے گا، وہ اس فرمانِ نبوی کے مطابق اللہ اور اس کے رسول کی لعنت کا مستحق ہو جائے گا۔

٢☆ داڑھی منڈانا عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے اور عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا موجبِ لعنت ہے، جیسا کہ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

لعن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم المتشبّھین من الرّجال بالنساء والمتشبّھات من

النّساء بالرّجال .

''رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔'' (صحیح بخاری : ٥٨٨٥)

۳ ☆ داڑھی منڈانا ہندوؤں ، یہودیوں ، عیسائیوں ، مجوسیوں اور مشرکوں کے ساتھ مشابہت ہے ، سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

من تشبّه بقوم فهو منهم . ''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی ، وہ (روزِ قیامت) انہی میں سے ہوگا۔'' (سنن ابی داؤد : ٤٠٣١ ، مسند الامام احمد : ٢ /٥٠ ، مصنف ابن ابی شیبة : ٥ /٣١٣ ، شعب الایمان للبیهقی : ١١٩٩ ، وسندهٗ حسن)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (سیر اعلام النبلاء : ۵۰۹/۱۵) نے اس کی سند کو ''صالح''، حافظ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (اقتضاء الصراط المستقیم : ۲۴۰/۱) نے ''جید'' اور حافظ عراقی رحمہ اللہ (تخریج احادیث الاحیاء : ۲۶۹/۱) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

داڑھی منڈانا جب کافر اور باغی قوموں کا شعار ہے اور کفر کی رسم ہے تو کفار کے شعار اور ان کی رسومات کو اختیار کرنا کیونکر صحیح اور درست ہوگا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

أبغض النّاس الى اللّه ثلاثة : ملحد فی الحرم ، ومبتغ فی الاسلام سنّة الجاهلية ، مطلب دم امرء بغير حقّ ليهريق دمه .

''اللہ تعالیٰ کے ہاں بدترین آدمی تین ہیں : (۱) حرم میں کج روی کرنے والا ، (۲) اسلام میں کفر کی رسم تلاش کرنے والا اور (۳) کسی آدمی کا ناحق خون بہانے کا متلاشی۔'' (صحیح بخاری : ٦٨٨٢)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک خط میں لکھا تھا: **وايّاكم والتّنعم وزىّ العجم .**

''عیش پرستی اور عجمیوں کی وضع قطع اختیار کرنے سے بچو!'' (مسند علی بن الجعد : ٩٩٥ ، وسندهٗ صحیح)

۴ ☆ داڑھی منڈانا تمام انبیاء کی عملی طور پر مخالفت اور نافرمانی ہے ، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (النور : ٦٣)

''جو لوگ اس (پیغمبر) کے امر کی مخالفت کرتے ہیں ، انہیں ڈرنا چاہیے کہ ان کو کوئی آزمائش یا دردناک

عذاب نہ آلے۔''

نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے: **وجعل الذّلة والصّغار علی من خالف أمری .**

''میرے حکم کی مخالفت کرنے والے پر ذلت ورسوائی مسلط کردی جاتی ہے۔''

(مسند الامام احمد : ۲ /۵۰ ، وسندهٗ حسن کما مر)

۵☆ داڑھی منڈانا تمام صحابہ، تابعین، ائمہ دین اور اولیاء اللہ کی مخالفت ہے، ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَ ت مَصِيْرًا﴾(النساء : ۱۱۵)

''اور جو شخص (راہِ) ہدایت واضح ہوجانے کے بعد بھی رسول کی نافرمانی کرتا ہے اور مومنوں کے راستے کے علاوہ کسی اور راستے پر چلتا ہے، ہم اسے پھیر دیتے ہیں جس طرف وہ پھرتا ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور بری ہے یہ جگہ ٹھکانے کے اعتبار سے۔''

۶☆ داڑھی منڈانے والا نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کئی سنتوں، مثلاً وضو کرتے وقت خلال کرنے، داڑھی کو تیل لگانے، داڑھی کو کنگھی کرنے اور داڑھی کو رنگنے وغیرہ سے محروم ہو جاتا ہے۔

۷☆ داڑھی منڈانے والا فاسق ہے اور داڑھی منڈا کر لوگوں کو اپنے فسق پر گواہ بناتا ہے۔

۸☆ داڑھی منڈانا ممنوع وحرام ہے اور فسق و فجور ہے، فسق و فجور کا اظہار گناہ ہے۔

۹☆ اس حرام کام کے لیے حجام کو اجرت دی جاتی ہے اور حرام کام پر اس کا تعاون کیا جاتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾(المائدہ : ۲)

''ایک دوسرے کا نیکی اور تقوٰی کے کاموں میں تعاون کرو، گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں پر تعاون نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔''

۱۰☆ داڑھی منڈانے پر پیسہ خرچ کرنا باطل اور معصیت میں خرچ کرنا ہے جو کہ فضول خرچی ہے، اس سے انسان شیطان کا بھائی بن جاتا ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا☆ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾

(بنی اسرائیل : ۲۷)

''فضول خرچی مت کرو، بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان اپنے

رب کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتا۔‘‘

☆۱۱ یہ پیسے اور وقت کا ضیاع ہے۔

☆۱۲ حجام کو داڑھی مونڈنے کا حکم دے کر برائی کا حکم دیا جاتا ہے۔

☆۱۳ داڑھی منڈا کر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی زینت کو قباحت میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ داڑھی منڈانے والا آیتِ کریمہ ﴿فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰہِ﴾ کے تحت اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے۔

☆۱۴ داڑھی منڈا کر زبانِ حال سے تخلیقِ الٰہی پر اعتراض کرتا ہے۔

☆۱۵ داڑھی منڈانے والا آئینہ دیکھتا ہے تو قبیحِ شرعی کو اپنے زعم میں حسین سمجھتا ہے اور یہ گناہ ہے۔

☆۱۶ اکثر داڑھی منڈانے والے وقار وتہذیب سے عاری ہوتے ہیں۔

☆۱۷ داڑھی منڈانے والا زبانِ حال سے یہ باور کراتا ہے کہ معاذ اللہ نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم خوبصورت نہ تھے، کیونکہ آپ کے چہرہ پرانوار پر داڑھی موجود تھی۔

☆۱۸ اکثر داڑھی منڈانے والے داڑھی والوں کو حقارت اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

☆۱۹ بسا اوقات داڑھی منڈانے والے داڑھی والے کو بکرا، چھیلا اور سِکھ تک کہہ دیتے ہیں، یہ سنتِ رسول کا استہزاء ہے جو کہ واضح کفر ہے۔

☆۲۰ غیر مسلم قومیں داڑھی منڈانے سے خوش ہوتی ہیں۔

☆۲۱ داڑھی منڈانے والا اذان اور اقامت نہیں کہہ سکتا، کیونکہ اس کا فسق اعلانیہ ہے، یہ سعادت اور اجر وثواب سے محرومی ہے۔

☆۲۲ داڑھی منڈانے والا امامت کا اہل نہیں، کیونکہ وہ واضح فاسق ہے۔

☆۲۳ داڑھی منڈانے والا ہیجڑوں جیسی شکل بنا کر اسلامی معاشرے کی عزت ووقار کو مجروح کرتا ہے۔

☆۲۴ داڑھی منڈانا مثلہ (شکل وصورت کا بگاڑ) ہے اور مثلہ ممنوع وحرام ہے۔

سیدنا عبداللہ بن یزید الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نهى النّبىّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم عن النّهبٰى والمثلة .

’’نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ڈاکہ ڈالنے اور مثلہ کرنے سے منع فرما دیا ہے۔‘‘

(صحيح بخاری:٥٥١٦)

علامہ ابنِ حزم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: واتّفقوا أنّ حلق جميع اللّحية مثلة ، لا تجوز .
''امت کے علمائے کرام کا اتفاق واجماع ہے کہ کہ داڑھی منڈانا مثلہ ہے (شکل وصورت کا بگاڑ ہے) اور یہ جائز نہیں ہے۔ (مراتب الاجماع : ص ۱۵۷)

۲۵☆ داڑھی منڈانے والے کی اولاد اس گناہ کو گناہ نہیں سمجھتی، بلکہ اس میں ملوّث ہو جاتی ہے۔

۲۶☆ داڑھی منڈانا سنتِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بے رغبتی ہے، جبکہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

من رغب عن سنّتي فليس منّي . ''جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی، وہ میرے طریقے پر نہیں ہے۔'' (صحيح ابن خزيمة : ۱۹۷ ، وسندهٗ صحيح)

☆☆............☆☆............☆☆

ایمان میں کمی بیشی کے اسباب

ابوسعید

ایمان میں کمی بیشی کے چار چار اسباب ہیں، ایمان میں زیادتی کے اسباب درجِ ذیل ہیں:

۱☆ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے ذریعے اس کی معرفت حاصل کرنے سے ایمان بڑھ جاتا ہے۔

۲☆ اللہ تعالیٰ کی آفاقی وشرعی آیات میں غور وفکر بھی ایمان میں زیادتی کا موجب ہے۔

۳☆ کثرت سے نیک اعمال اور ان میں عمدگی پیدا کرنا بھی ایمان کو بڑھا دیتا ہے۔

۴☆ اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہوئے گناہوں کو چھوڑ دینا بھی ایمان میں اضافہ کرتا ہے۔

ایمان میں کمی کے مندرجہ ذیل چار اسباب ہیں:

۱☆ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اس کے اسماء کی معرفت سے اعراض۔

۲☆ آفاقی وشرعی آیات میں غور وفکر سے لاپروائی، کیونکہ اس سے غفلت اور سنگدلی جنم لیتی ہے۔

۳☆ نیک اعمال کی کمی بھی ایمان میں کمی کا سبب بنتی ہے۔

۴☆ گناہوں کا ارتکاب بھی ایمان کو کم کر دیتا ہے۔

☆☆............☆☆............☆☆

خطبہ جمعہ کے دوران آنے والا دو رکعتیں پڑھے گا۔

حافظ ابو یحییٰ نورپوری

دلیل نمبر ۱ :

عن جابر بن عبداللّٰہ قال : جاء سلیک الغطفانیّ یوم الجمعة ورسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یخطب ، فجلس، فقال له ، یا سلیک ! قم فارکع رکعتین ، و تجوّز فیھما، ثمّ قال : اذا جاء أحدکم ، یوم الجمعة ، والامام یخطب ، فلیرکع رکعتین ، ولیتجوّز فیھما .

''سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ آئے اور بیٹھ گئے، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، اے سلیک! کھڑے ہوکر دو مختصر رکعتیں ادا کرو، پھر (لوگوں سے مخاطب ہوکر) فرمایا، جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن امام کے خطبے کے دوران آئے تو دو مختصر سی رکعتیں پڑھے پھر بیٹھے۔'' (صحیح البخاری : ۱۱٦٦ ، صحیح مسلم : ۸۷۵، واللفظ له)

دلیل نمبر ۲ :

عن عیاض أنّ أبا سعید الخدریّ دخل یوم الجمعة ومروان یخطب فقام یصلّی ، فجاء الحرس لیجلسوه فأبٰی حتّی صلّی ، فلمّا انصرف أتیناه فقلنا : رحمک اللّٰہ ان کادوا لیقعوا بک ، فقال : ما کنت لأترکھما بعد شئ رأیته من رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ، ثمّ ذکر أنّ رجلا جاء یوم الجمعة فی ھیئة بذّة والنّبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یخطب یوم الجمعة فأمره فصلّی رکعتین والنّبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یخطب .

''عیاض رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جمعہ والے دن مروان کے خطبہ کے دوران مسجد میں داخل ہوئے، آپ نے کھڑے ہوکر نماز شروع کر دی، سپاہی آپ کو بٹھانے کے لئے آئے، لیکن آپ نے انکار کر دیا اور نماز پڑھی، جب آپ فارغ ہوگئے تو ہم آپ کے پاس آئے اور عرض کی، اللہ آپ پر رحم فرمائے! یقیناً وہ سپاہی (آپ کے انکار کے باعث) آپ پر حملہ کر دیتے، آپ نے فرمایا، میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذیل میں آنے والے واقعہ کو دیکھنے کے بعد کسی صورت میں بھی ان دو رکعتوں کو نہیں چھوڑ سکتا، پھر آپ نے بتایا کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خطبہ کے دوران ایک آدمی پراگندہ حالت

میں داخل ہوا، آپ نے اسے دو رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا، اس نے نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خطبہ کے دوران دو رکعتیں ادا کیں۔'' (جامع ترمذی : ٥١١ ، مسند حمیدی : ٢ /٣٢٦_٣٢٧ ، سنن کبری بیھقی : ٣ /١٩٤ ، الاوسط لابن المنذر : ٩٦/٤ ، ح : ١٨٤٣ ، مسند دارمی : ١٥٩٣ ، وسندہٗ صحیح)

اس روایت کو امام ابن خزیمہ (١٨٣٠) اور امام ابن حبان (٢٥٠٥) رحمہما اللہ نے ''صحیح'' اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

امام عبداللہ بن عون رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كان الحسن يجئ والامام يخطب فيصلّي ركعتين .

''امام حسن بصری رحمہ اللہ دورانِ خطبہ تشریف لاتے تو دو رکعتیں پڑھتے تھے۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ : ١١١/٢، ح : ٥١٦٥ ، وسندہٗ صحیح)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

انّما فعل الحسن اتّباعاً للحديث ، وهو روى عن جابر عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم هذا الحديث .

''بلاشبہ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے حدیث کی اتباع میں یہ کام کیا ہے، انہوں نے ہی جابر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی یہ حدیث بیان کی ہے۔'' (جامع ترمذی تحت حدیث : ٥١١)

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (م ١٩٨ھ) جو کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے راوی ہیں، خطبہ جمعہ کے دوران آنے پر دو رکعت ادا کر کے بیٹھتے تھے اور دوسروں کو اس کا حکم بھی دیتے تھے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

قال ابن أبي عمر : كان سفيان بن عيينه يصلّي ركعتين اذا جاء والامام يخطب وكان يامر به

''محمد بن یحییٰ بن ابی عمر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ جب امام کے خطبہ جمعہ کے دوران آتے تو دو رکعت ادا فرماتے تھے، نیز اس کا حکم بھی دیتے تھے۔'' (جامع ترمذی ، تحت حدیث: ٥١١)

امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ امام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المقری رحمہ اللہ (م٢١٣ھ) کا بھی یہی خیال تھا۔ (جامع ترمذی ، تحت حدیث: ٥١١)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **والقول الأوّل أصح .**

''پہلا قول (خطبہ کے دوران دو رکعت ادا کرنا) راجح ہے۔'' (جامع ترمذی، تحت حدیث: ۵۱۱)

امام شافعی رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل تھے۔ (جامع ترمذی، تحت حدیث: ۵۱۱، وسندهٔ صحیح)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

(جامع ترمذی، تحت حدیث: ۵۱۱، مسائل احمد لابنه عبد الله: ۱۲۲)

امام اسحٰق بن راہویہ رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ (جامع ترمذی، تحت حدیث: ۵۱۱)

عن أبی مجلز قال : اذا جئت والامام یخطب یوم الجمعة فان شئت رکعت رکعتین وان شئت جلست .

''امام ابومجلز تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب آپ جمعہ کے خطبہ کے دوران آئیں تو اگر چاہیں، دو رکعات ادا کرلیں اور اگر چاہیں تو بیٹھ جائیں۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲ ۵۱۶۶، ۱۱۷/ وسندهٔ صحیح)

امام ابومجلز کی بات کا دوسرا جز نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فرمان کے موافق نہیں، لہٰذا ان کی یہ بات قابل قبول نہیں۔

فائدہ :

☆ امام ترمذی رحمہ اللہ ایک روایت کے تحت فرماتے ہیں:

لأنّ ابن عمر هو روٰی عن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم ، وهو أعلم بمعنٰی ما روٰی .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے یہ روایت بیان کی ہے اور وہی اپنی روایت کے مفہوم کو بخوبی جانتے ہیں۔'' (جامع ترمذی: تحت حدیث: ۱۲۴۵)

☆ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: **الصّحابی الرّاوی أعلم بالمقصود .**

''حدیث کو روایت کرنے والے صحابی اپنی روایت کے مقصود کو سب سے بڑھ کر جاننے والے ہوتے ہیں۔'' (عمدۃ القاری: ٤/ ١٦)

☆ مشہور غیر اہلحدیث جناب محمد سرفراز خاں صفدر دیوبندی حیاتی صاحب لکھتے ہیں:

''اور یہ بات باقرار مبارکپوری صاحب اپنے مقام پر آئے گی کہ راوی حدیث خصوصاً جبکہ صحابی ہو، اپنی مروی حدیث کی مراد کو دوسروں سے بہتر جانتا ہے۔'' (احسن الکلام: ۱/ ۲٦٨)

رسول اکرم سے خطبہ کے دوران دو رکعت نماز کے حکم کو بیان کرنے والے صحابی سیدنا ابوسعید خدری رضی

اللہ عنہ سے آپ کی وفات کے بعد مروان کے دورِ حکومت میں خطبہ کے دوران دو رکعت پڑھنا، ہم پیچھے ثابت کر آئے ہیں۔

محدثین تو مانتے ہی ہیں، اب دیوبندی اصول کے مطابق بھی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا عمل خصوصاً اور امام حسن بصری و سفیان بن عیینہ رحمہما اللہ کا عمل عموماً اس حدیث سے سلیک رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی ہر آدمی سے، جو خطبہ جمعہ کے دوران آتا ہے، دو رکعات نماز ادا کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔

یہ حدیث محدثین کی نظر میں:

اب ہم محدثین کرام کے ارشادات کی روشنی میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس فرمان کا جائزہ لیتے ہیں، کیونکہ محدثین اپنی روایات کو مقلدین سے بہتر جانتے ہیں اور بقول جناب سرفراز خاں صفدر صاحب اس روایت کو بیان کرنے والے محدثین خصوصاً نہ سہی عموماً تو اپنی روایات کو دوسرے لوگوں سے بہتر جانتے ہیں۔

امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۲۳۔۳۱۱ھ) اس حدیث پر یوں باب قائم فرماتے ہیں:

باب الأمر بتطوّع ركعتين عند دخول المسجد وان كان الامام يخطب خطبة الجمعة ، ضدّ قول من زعم أنّه غير جائز أن يصلّي داخل المسجد والامام يخطب .

''امام جمعہ کا خطبہ بھی دے رہا ہو تو مسجد میں داخل ہونے والے کو دو نفل پڑھنے کا حکم کا بیان، بخلاف اس شخص کے جو امام کے خطبہ کے دوران مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے اس کو ناجائز قرار دیتا ہے۔''

(صحيح ابن خزيمه باب : ۹۱ ، ح : ۱۸۳۰)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ (م ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں:

يصلّي اذا دخل والامام يخطب ركعتين خفيفتين صلّى فى منزله أو لم يصلّ ، لأنّ النّبيّ صلّى اللّه عليه وسلّم أمر بذالک الدّاخل فى المسجد وأمره على العموم .

''امام کے خطبہ کے دوران کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ دو رکعت نماز ادا کرے گا، خواہ اس نے گھر میں نماز پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو، کیونکہ نبی نے مسجد میں داخل ہونے والے کو بالعموم یہ حکم دیا ہے۔''

(الاوسط لابن المنذر : ٤ /٩٤ تحت حديث : ٥٣٥)

امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی رحمہ اللہ (۱۸۱۔۲۵۵ھ) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور امام حسن بصری رحمہ اللہ کا اس پر عمل ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

أقول به . ''میرا بھی یہی فتویٰ ہے۔'' (مسند دارمی : ۲ /۹۷۱ ، تحت حديث : ۱۵۹٤)

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ (م ۴۵۶ھ) کا فتوی بھی ملاحظہ فرمائیں:

ومن دخل یوم الجمعة والامام یخطب فلیصلّ رکعتین قبل أن یجلس .

''جو جمعہ کے دن خطبہ کے دوران آئے اسے چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعات ادا کر لے۔''

(المحلی لابن حزم : ٦٨/٥ ، مسئله : ٥٣١)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نقول و نأمر من دخل المسجد والامام یخطب ، والمؤذّن یؤذّن ، ولم یصلّ رکعتین ، أن یصلّیهما و نأمر أن یخفّفهما ، فانّه روی فی الحدیث أنّ النّبیّ أمر بتخفیفهما

''ہم یہی کہتے ہیں اور حکم بھی دیتے ہیں کہ جو شخص خطبہ جمعہ یا اذان کے دوران مسجد میں داخل ہو، اس نے دو رکعتیں نہ پڑھی ہوں تو وہ دو رکعتیں پڑھ لے، نیز ہم اسے مختصر پڑھنے کا حکم دیں گے، کیونکہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مروی ہے کہ آپ نے ان کو مختصر کرنے کا حکم فرمایا تھا۔'' (الام : ١/ ٢٢٧)

حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هذه الأحادیث کلّها صریحة فی الدّلالة لمذهب الشّافعی وأحمد واسحاق وفقهاء المحدثین أنّه اذا دخل الجامع یوم الجمعة والامام یخطب استحبّ أن یتجوّز فیهما لیسمع بعدهما الخطبة وحکی هذا المذهب أیضا عن الحسن البصری و غیره من المتقدّمین .

''یہ ساری کی ساری احادیث امام شافعی، احمد، اسحاق رحمہم اللہ اور فقہاء محدثین کے مذہب پر صریح دلالت کرتی ہیں، جو شخص دوران خطبہ مسجد میں داخل ہو، اس کے لئے دو رکعت بطور تحیۃ المسجد مستحب ہیں، ان کو ادا کئے بغیر بیٹھنا مکروہ ہے، ان دو رکعتوں میں اختصار سے کام لینا بھی مستحب ہے، تا کہ ان کے بعد خطبہ سنا جا سکے، یہی مذہب امام حسن بصری رحمہ اللہ وغیرہ متقدمین ائمہ سے منقول ہے۔'' (شرح مسلم للنووی : ١/ ٢٨٧)

تنبیہ:

جناب محمد سرفراز خاں صفدر دیوبندی حیاتی صاحب کہتے ہیں:

''امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم ص ۲۸۷ ج ۱ میں لکھتے ہیں: **وقال الملک واللیث وابو حنیفة والثوری و جمهور السلف من من الصحابة والتابعین لا یصلیها وهو مروی عن عمر و عثمان و علی رضی اللّٰه عنهم اجمعین و حجتهم الامر بالا نصات للامام ۔۔۔**

(خزائن السنن : ٤١٩ ـ ٤٢٠)

جناب دیوبندی صاحب کی دیانتِ علمی کا اندازہ لگائیں، دلائل و براہین سے تہی دست ہو کر تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے قاضی عیاض کی یہ عبارت حافظ نووی رحمہ اللہ کے ذمہ تھوپ دی، جبکہ حافظ نووی رحمہ اللہ کا واضح موقف ہم ذکر کر چکے ہیں۔

جہاں تک قاضی عیاض کی عبارت کا تعلق ہے تو یہ سراسر باطل اور مردود ہے، جمہور تو درکنار کسی ایک صحابی سے بھی یہ بات قطعا ثابت نہیں ہے کہ دوران خطبہ آنے والا دو رکعت نہ پڑھے، بلکہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابیٔ رسول مر مٹنے کے لئے تیار ہو گئے، مگر دوران خطبہ دو رکعتیں نہیں چھوڑیں،

جناب انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

ویقضی العجب من الشّیخ النّووی کلّ العجب حیث حکی عن القاضی عیاض أنّه هو مذهب الجمهور من الصّحابة والخلفاء والرّاشدین .

''یہ بہت ہی تعجب کی بات کہ ہے امام نووی نے قاضی عیاض سے نقل کر دیا ہے کہ یہی جمہور صحابہ کرام اور خلفائے **راشدین کا مذہب ہے**۔'' (فیض الباری از انور شاہ کشمیری: ۲ /۳۳۸)

مقلدین کو چاہیے کہ وہ اپنے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے باسند صحیح دوران خطبہ ان دو رکعتوں کی ممانعت ثابت کریں، ورنہ ماننا پڑے گا کہ وہ اس مسئلہ میں ابوحنیفہ کے مقلد نہیں ہیں۔

ہمارا دعوی ہے کہ تقلید پرستوں کے پاس اس مسئلہ میں کوئی ضعیف روایت بھی نہیں ہے۔

مانعین کے دلائل:

دلیل نمبر ۱ :

جناب محمد سرفراز خاں صفدر دیوبندی حیاتی صاحب کہتے ہیں:

''بخاری ص ۱۲۱ ج ۱، مسلم ص ۲۸۳ ج ۱ اور موارد الظمان ص ۱۴۸ میں ہے، واللفظ للبخاری **یصلی ما کتب له ثم ینصت اذا تکلم الامام** ، الحدیث، اور موارد الظمان میں یہ لفظ ہیں: **ثم رکع ما شا اللّٰه ان یرکع ثم انصت اذا خرج امامه** . اس صحیح روایت سے پتا چلا کہ امام کے خطبہ سے پہلے تو نماز پڑھ سکتا ہے لیکن **اذا تکلم الامام** کے بعد گنجائش نہیں ہے۔ (خزائن السنن: ۲ /۱۷۰)

جواب :

اولاً : سرفراز صاحب کی مشار الیہ روایت کے مکمل الفاظ ملاحظہ ہوں:

عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه عن النّبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم قال : من اغتسل ثمّ أتی الجمعة فصلّٰی ما قدّر له ثم أنصت حتی یفرغ من خطبته ثمّ یصلّی معه غفرله ما بینه و بین الجمعة الأخری و فضل ثلثة أیام .

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بیان کرتے ہیں، آپ نے فرمایا، جو شخص غسل کرتا ہے، پھر جمعہ میں حاضر ہوتا ہے، جتنی اللہ توفیق دے نماز ادا کرتا ہے، پھر (امام کے) خطبہ سے فارغ ہونے تک خاموش رہتا ہے، پھر اس کے ساتھ (جمعہ کی) نماز ادا کرتا ہے، اس کے پچھلے جمعہ سے اب تک کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، ساتھ ساتھ تین دنوں کے گناہ مزید معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

غور فرمائیں کہ سرفراز صفدر صاحب نے کج فہمی یا محض تعصب کی وجہ سے اس روایت سے استدلال کیا ہے، حالانکہ ہمارا نزاع دوران خطبہ آنے والے شخص کے بارے میں ہے، نہ کہ امام کے آنے سے پہلے ہی مسجد میں پہنچ جانے والے آدمی کے بارے میں۔

جو آدمی امام سے پہلے ہی مسجد میں پہنچ کر نوافل ادا کر رہا ہے، اس کے بارے میں تو ہمارا بھی یہی موقف ہے کہ وہ نوافل پڑھنا بند کر کے امام کا خطبہ سنے گا، اس روایت کو پیش کر کے صفدر صاحب نے کوئی علمی پہاڑ سر نہیں کیا بلکہ اس سے تو صرف اس مسئلہ میں ان کی بے بسی ظاہر ہوئی ہے۔

ثانیاً: نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صریح فرمان **اذا جاء احدکم یوم الجمعة والامام یخطب فلیرکع رکعتین** کے بعد ان دو رکعتوں سے روکنے والے پر لازم ہے کہ وہ دوران خطبہ خاص ان دو رکعتوں کی ممانعت میں کوئی صریح دلیل پیش کرے، ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین!

ثالثاً: **ثمّ ینصت اذا تکلّم الامام** سے دوران خطبہ دو رکعتوں کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ یہ دو رکعتیں انصات کے خلاف نہیں، آپ کے اقوال آپس میں متعارض نہیں ہو سکتے۔

خود احناف بھی تو اسے انصات کے خلاف نہیں سمجھتے، جب کوئی آدمی قرآن سنے تو اسے انصات کا حکم ہے، لیکن کیا وجہ ہے کہ احناف کے ہاں صبح کی نماز میں دوران قرآت آنے والا بھی جلدی سے دو رکعت نفل ادا کر سکتا ہے، کیا صفدر صاحب کو یہاں انصات کا خیال نہیں رہا؟

دلیل نمبر ۲ :

جناب محمد سرفراز خاں صفدر دیوبندی حیاتی صاحب کہتے ہیں:

''مجمع الزوائد ص ۱۷۱ ج ۲ میں روایت ہے: **عن نیشة الهذليّ** کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: **فان لم یجد الامام خرج صلّی ما بداله وان وجد الامام قد خرج جلس فاستمع وأنصت ، الحدیث،** علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **رواه أحمد ورجاله رجال الصّحیح خلا شیخ أحمد وهو ثقه .**

(خزائن السنن : ۱۷۰/۲)

جواب :

اولاً : صفدر صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ صرف علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کا قول **رجاله رجال الصحیح** نقل کرنے سے روایت صحیح نہیں ہوجائے گی ، کیونکہ اصول حدیث میں کسی روایت کی صحت کے لئے صرف راویوں کا ثقہ ہونا کافی نہیں ، بلکہ اتصال سند بھی ضروری ہے ، جس سے آپ بہت گریزاں ہیں ، ذرا عطاء الخراسانی جو کہ ''حسن الحدیث'' راوی ہیں، ان کا نبیشہ الہذ لی رضی اللہ عنہ سے سماع تو ثابت کریں، اس روایت میں دو علّتیں ہیں:

۱ ☆ عطاء الخراسانی رحمہ اللہ مدلس اور کثیر الارسال راوی ہیں، یہاں سماع کی صراحت نہیں مل سکی۔

۲ ☆ ان کا نبیشہ الہذ لی رضی اللہ عنہ سے تو کجا کسی بھی صحابی سے سماع سرے سے ہی ثابت نہیں۔

(تقریب التهذیب)

ثانیاً: صفدر صاحب نے علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کا **رجاله رجال الصحیح** کہنا بلانکیر نقل کردیا ہے، یہ بھی ان کی خطاء یا تغافل ہے، کیونکہ عطاء الخراسانی رحمہ اللہ صحیح بخاری کے راوی نہیں ہیں، جیسا کہ فضیلۃ الشیخ ارشا الحق اثری حفظہ اللہ تعالی نے توضیح الکلام ص ۲۷۱ ج ۲ میں محقق و مدلل بحث سے ثابت کر دیا ہے، شائقین مراجعت فرما کر مستفید ہوں۔

۳ ☆ جناب محمد سرفراز خاں صفدر دیوبندی حیاتی صاحب لکھتے ہیں:

''جمہور یہ جواب دیتے ہیں کہ آنے والے کا نام سلیک عطفانی تھا، یہ شخص بڑا فقیر اور خستہ حال تھا، آپ لوگوں سے اس کے لئے چندہ مانگنا چاہتے تھے، آپ نے اس کو حکم دیا کہ اٹھ کر دو رکعت پڑھ، مطلب یہ تھا کہ لوگ اس کی خستہ حالی کو دیکھ لیں اور اس پر صدقہ کریں، چنانچہ نسائی ص ۱۵۸ ج ۱ میں روایت ہے: **جاء رجل**

.... (خزائن السنن : ۲/۱۷۰۔۱۷۱)

جواب :

اولاً: ہم صفدر صاحب سے یہ پوچھنے کی جسارت کریں گے کہ جمہور کون ہیں؟ کیا سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، سفیان بن عیینہ، حسن بصری، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام اسحٰق بن راہویہ، امام ترمذی، امام بخاری، امام مسلم، شیخ بخاری عبداللہ بن یزید المقری، امام ابن خزیمہ، امام ابن المنذر، امام دارمی، علامہ ابن حزم اور امام ابن حبان رحمہم اللہ کے مقابلے میں امام ابن سیرین، امام سفیان ثوری اور عروہ رحمہم اللہ جمہور کہلائیں گے؟ ہم پچھلے صفحات میں ثابت کر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ سے بسند صحیح ان دو رکعتوں کی ممانعت ثابت نہیں، نیز جمہور صحابہ تو درکنار کسی ایک صحابی سے بھی یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکی۔

☆ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كلّ من نقل عنه يعني من الصّحابه منع الصّلاة والامام يخطب محمول على من كان داخل المسجد لأنّه لم يقع عن أحد منهم التّصريح بمنع التّحيّة وقد ورد فيها حديث يخصّها فلا يترك بالاحتمال .

''جن صحابہ سے حالت خطبہ میں نماز سے روکنا منقول ہے وہ مسجد میں پہلے سے موجود لوگوں کے بارے میں ہے، کیونکہ کسی ایک صحابی سے بھی ان دو رکعتوں کا بطور تحیۃ المسجد صراحتاً ممنوع ہونا ثابت نہیں، اس بارے میں خصوصاً ایک حدیث بھی آ گئی ہے، لہٰذا اسے احتمالاً ترک کرنا درست نہیں۔''

(فتح الباری : ۲ /۱۱۴ ، تحفة الاحوذی : ۱ /۳٦٤)

لہٰذا صفدر صاحب کی اس کاوش کو تحقیق کا نتیجہ تو نہیں کہا جا سکتا، البتہ تقلید کا شاخسانہ ضرور قرار دیا جائے گا

ثانیاً : اپنی تاویل کی دلیل میں انہوں نے جو روایت بحوالہ نسائی پیش کی ہے، اس کے راوی سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں، اور جناب ہی کے بقول صحابی راوی خصوصاً اپنی روایت کو دوسروں سے بہتر جانتا ہے، لہٰذا جب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اس روایت کا حکم ہر شخص کے لئے عام سمجھتے ہیں، تو ایک مقلد کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ان کی مخالفت کر کے اس کو خاص کر دے؟

سنن نسائی کی اس روایت کا فہم کم از کم امام نسائی رحمہ اللہ سے ہی لے لیتے تو صفدر صاحب کی کچھ تسلی ہو جاتی، امام نسائی رحمہ اللہ نے اس روایت سے دوران خطبہ دو رکعت سے ممانعت ثابت نہیں کی بلکہ خطبہ جمعہ کے دوران صدقہ کے لئے لوگوں کو آمادہ کرنے کا جواز ثابت کیا ہے اور اس سے آٹھ روایات پیچھے آئیں تو معلوم ہو

گا کہ امام موصوف نے خطبہ جمعہ کے دوران نماز پڑھنا جابر بن عبداللہ کی حدیث سے ثابت کیا ہے، حدیث کے فہم میں محدثین کی بات معتبر ہے یا مقلدین کی؟

موارد الظمان کے حوالہ سے جو روایت صفدر صاحب نے پیش کی ہے کہ **ارکع رکعتین ولا تعودنّ لمثل هذا** ، اس کی سند میں وہی محمد بن اسحٰق بن یسار ہے، جس کے بارے میں صفدر صاحب نے (احسن الکلام) میں لکھا ہے کہ اسے ۹۰ فیصد محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اور کذاب تک جرح نقل کی ہے، ہمارا سوال ہے کہ ایسے راوی کی روایت بطور تائید پیش کرتے ہوئے شرم نہ آئی؟

دوسری بات یہ ہے **ولا تعودنّ لمثل هذا** سے مراد کون سا کام ہے؟ کاش کہ صفدر صاحب آگے بھی پڑھ لیتے! اس کے بارے میں امام ابن حبان رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

قوله : لا تعودن لمثل هذا أراد الابطاء فى المجيئ الى الجمعة ، لا الرّكعتين اللّتين أمر بهما ، والدّليل على صحّة هذا خبر ابن عجلان الّذى تقدّم ذكرنا له أنّه أمره فى الجمعة الثّانية أن يركع ركعتين مثلهما .

''نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس فرمان سے آپ کی مراد جمعہ میں دیر سے آنا ہے، نہ کہ وہ دو رکعتیں جن کا اسے حکم دیا گیا تھا، اس بات کی تائید ابن عجلان کی حدیث سے بھی ہوتی ہے، جو ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں، کہ آپ نے اسے دوسرے جمعہ میں بھی اسی طرح دو رکعتیں ادا کرنے کا حکم فرمایا تھا۔''

(صحيح ابن حبان: ٦/ ٣٥٠ تحت حديث : ٢٥٠٤)

شارح بخاری جناب انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

بل هو نهى عن الابطاء عن الجمعة وحضوره فى وقت الخطبة حتّٰى لزمه امساكها .

''(احناف نے اسے دو رکعت سے ممانعت پر محمول کیا ہے، ایسا نہیں ہے) بلکہ یہ تو جمعہ میں لیٹ آنے سے منع کیا گیا ہے، صحابی مذکور نے خطبہ میں لیٹ آنا مستقل معمول بنا لیا تھا۔'' (فيض البارى : ٢/ ٣٤١)

تیسری بات یہ ہے کہ کیا رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس فعل مبارک کے پیش نظر آپ بھی دوران خطبہ ایسے آدمی کو دو رکعت ادا کرنے کا حکم دیں گے؟ اگر جواب اثبات میں ہے، تو آپ کا مذہب باطل، کیونکہ دوران خطبہ دو رکعت کا جواز خود بخود ثابت ہو جائے گا، لیکن اگر جواب نفی میں ہے، تو اس حدیث میں آپ کا کیا حصہ؟ اگر آپ اس پر عمل نہیں کر سکتے تو واضح ہے کہ آپ نے اپنی تقلید نا سدید کو بچانے کے لئے احادیث کو

تروڑنے مروڑنے کا کاروبار شروع کر رکھا ہے، اور کسی طرح سے بھی حدیث کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔

صفدر صاحب کی بد اعتقادی:

جناب محمد سرفراز خاں صفدر دیوبندی حیاتی صاحب کہتے ہیں:

''ان روایات سے پتا چلا کہ یہ ایک مخصوص واقعہ تھا، ضابطہ اور قاعدہ نہ تھا، بعض راویوں نے اس کو ضابطہ کی شکل میں پیش کر دیا ہے۔'' (خزائن السنن: ۲/۱۷۱)

كبرت كلمة تخرج من أفواههم ان يقولون الّا كذبا .

''ان روایات'' کی وضاحت ہم کر چکے ہیں، ان سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوا۔ تقلید اتنی مہلک بیماری ہے کہ اس کا مریض انکار حدیث تک جا پہنچتا ہے، صفدر صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ذخیرہ حدیث کی ان کے ہاں کیا وقعت ہے؟ یہ تو ایک روایت ہے، جس پر طبع آزمائی کرنے سے صفدر صاحب کی عقل نارسا اس باطل نتیجے پر پہنچی ہے، نا معلوم اور کتنی احادیث ہوں گی جن کو نبی سے سننے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے راویوں نے اپنی مرضی سے ضابطہ کی شکل میں پیش کر دیا ہوگا؟ اعاذنا الله من هذه الهفوات .

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے فروعی مسائل بیان کرنے والے کذاب اور خبیث راویوں کی روایات پر اندھا اعتماد اور دین کا انحصار ہے، لیکن افسوس کہ بالاتفاق ثقہ راویوں کی روایت کردہ حدیثِ نبوی پر اتنی بداعتمادی اور بداعتقادی! تلک اذاً قسمة ضیزٰی.

دراصل یہ انکار حدیث کی ایک غیر مرئی شکل ہے، صفدر صاحب کو چاہیے کہ وہ علی الاعلان حدیثِ نبوی سے برائت کا اظہار کر دیں، یوں حیلے بہانوں سے اس کے چہرے کو کیوں مخدوش کرتے ہیں؟

ے خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہو
صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں

قارئین! خود اندازہ فرمائیں کہ حدیث نبوی کے بارے میں ایسے خیالات کے حامل لوگ دین کے کتنے خیر خواہ ہو سکتے ہیں؟ نیز

یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟؟؟

☆☆............☆☆............☆☆

نزولِ عیسیٰ علیہ السّلام پر احادیثِ صحیحہ ومتواترہ

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

عیسیٰ علیہ السّلام کے نزول پر متواتر احادیث وارد ہوئی ہیں، ائمہ محدثین کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

۱☆ امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **لتواترت الأخبار عن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم أنّه قال : ینزل عیسیٰ ابن مریم فیقتل الدّجال .**

''رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے متواتر احادیث مروی ہیں کہ آپ نے فرمایا عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے، پھر دجال کو قتل کریں گے۔'' (تفسیر طبری : ۲۹۱/۳)

۲☆ قاضی عیاض رحمہ اللہ (م ۵۴۴ھ) کہتے ہیں:

نزول عیسیٰ علیه السّلام وقتله الدّجال حقّ وصحیح عند أهل السّنّة للأحادیث الصّحیحة فی ذلک ولیس فی العقل والشّرع ما یبطله ، فوجب اثباته .

''سیدنا عیسیٰ علیہ السّلام کا نازل ہونا اوران کا دجال کو قتل کرنا اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک اس سلسلہ میں وارد احادیثِ صحیحہ کی بنا پر حق اور صحیح ہے، عقلی وشرعی اعتبار سے ایسی کوئی دلیل نہیں جو اس عقیدے کو باطل قرار دے، لہٰذا اس کا اثبات واجب اور ضروری ہے۔'' (شرح صحیح مسلم از نووی : ۴۰۳/۲)

۳☆ مشہور نحوی اور مفسر ابوحیان اندلسی کہتے ہیں: **وأجمعت الأمّة علیٰ ما تضمّنه الحدیث المتواتر من أنّ عیسیٰ علیه السّلام فی السّماء حیّ وانّه ینزل فی آخر الزّمان .**

''متواتر حدیث کی رو سے اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام آسمان پر زندہ ہیں، آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔'' (تفسیر البحر المحیط لابی حیان : ۴۷۳/۲)

۴☆ حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وقد تواترت الأحادیث عن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم أنّه أخبر بنزول عیسیٰ علیه السّلام قبل یوم القیامة اماما عادلا وحکما مقسطا .**

''رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے متواتر احادیث مروی ہیں کہ آپ نے عیسیٰ علیہ السّلام کے نزول کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہ قیامت سے پہلے امامِ عادل اور حاکمِ منصف کی حیثیت سے آئیں گے۔''

(تفسیر ابنِ کثیر : ۵۳۰/۵)

نیز فرماتے ہیں: **فهذه أحادیث متواترة عن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم .**

''رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نزولِ عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں یہ احادیث متواتر ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : ۲/ ٤٢٣)

۵☆ محمد بن جعفر الکتانی (م ۱۳۴۵ھ) لکھتے ہیں: وقد ذكروا أنّ نزول سيّدنا عيسىٰ عليه السّلام ثابت بالكتاب والسّنّة والاجماع ...... والحاصل أنّ الأحاديث الواردة فى المهدىّ المنتظر وكذا الواردة فى الدّجّال وفى نزول سيّدنا عيسىٰ ابن مريم عليهما السّلام .

''علمائے اسلام نے ذکر کیا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السّلام کا نزول کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے، خلاصۂ کلام یہ کہ امام مہدی منتظر، خروجِ دجال اور عیسیٰ علیہ السّلام کے نزول کی احادیث متواترہ ہیں۔''

(نظم المتناثر من الحديث المتواتر للكتانى : ص ١٤٧)

حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: لأنّه المقصود من سياق الآى فى تقرير بطلان ما ادّعته اليهود من قتل عيسىٰ وصلبه ، وتسليم من سلّم لهم من النّصارىٰ الجهلة ذلك ، فأخبر اللّٰه أنّه لم يكن الأمر كذلك ، وانّما شبّه لهم ، فقتلوا الشّبيه وهم لا يتبيّنون ذلك ، ثمّ انّه رفعه اليه وانه باق حىّ ، وانّه سينزل قبل يوم القيامة كما دلّت عليه الأحاديث المتواترة .

''(عیسیٰ علیہ السّلام آسمانوں میں زندہ ہیں)، کیونکہ یہودیوں کے عیسیٰ علیہ السّلام کو قتل کرنے اور سولی دینے کے دعوے اور بعض جاہل عیسائیوں کے اس کو مان لینے کے رد میں نازل ہونے والی آیات کے سیاق سے یہی مراد ہے، پھر اللہ نے خبر دی ہے کہ معاملہ ایسے نہیں تھا، ان پر تو معاملہ متشابہ کر دیا گیا تھا، چنانچہ انہوں نے (عیسیٰ علیہ السّلام کے) ہم شکل آدمی کو بغیر تحقیق کے قتل کر دیا، پھر آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا، آپ زندہ باقی ہیں، عنقریب قیامت سے قبل آپ آسمانوں سے اتریں گے، جیسا کہ متواتر احادیث بتاتی ہیں۔'' (تفسير ابن كثير : ۲/ ٤١٣)

احادیثی دلائل:

دلیل نمبر ۱ :

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

والّذى نفسى بيده ليوشكنّ أن ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا ، فيكسر الصّليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتّٰى لا يقبله أحد ، حتى تكون السّجدة الواحدة خير من

الدّنيا وما فيها ، ثمّ يقول أبو هريرة : واقرؤوا ان شئتم :﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْداً﴾(النساء : ١٥٩)

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میری جان ہے، عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریم علیہ السّلام عادل و منصف بن کر نازل ہوں گے، وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کریں گے اور اتنا مال و دولت بہائیں گے کہ کوئی لینے والا نہ ہوگا، اس وقت ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا، پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ فرماتے ہیں، اگر تم چاہو تو (اس حدیث کی تائید میں) یہ آیت پڑھ لو:

﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْداً﴾(النساء: ١٥٩)

''(نہیں ہے کوئی اہلِ کتاب میں سے مگر ایمان لائے گا آپ (سیدنا عیسیٰ علیہ السّلام) پر آپ کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے)۔''

(صحیح بخاری: ٢ /٤٩٠، ح : ٣٤٤٨، صحیح مسلم : ١ /٨٧، ح : ١٥٥)

دلیل نمبر ٢ :

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: **لا تزال طائفة من أمّتی يقاتلون على الحقّ ظاهرين الى يوم القيامة ، قال : فينزل عيسىٰ ابن مريم صلّى اللّٰه عليه وسلّم ، فيقول أميرهم : تعال ، صلّ بنا ! فيقول : لا ، انّ بعضكم على بعض أمراء ، تكرمة اللّٰه هذه الأمّة .**

''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے لیے لڑتا رہے گا اور قیامت تک حق پر قائم رہے گا، فرمایا، عیسیٰ علیہ السّلام نازل ہوں گے اور اس طائفہ (گروہ) کے امیر (امام مہدی) کہیں گے، آئیے، ہمیں نماز پڑھائیے، آپ فرمائیں گے، نہیں، آپ لوگ ایک دوسرے کے امیر و امام ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت پر اعزاز و اکرام ہے۔'' (صحیح مسلم : ١ /٨٧، ح : ١٥٦)

دلیل نمبر ٣ :

سیدنا نوّاس بن سمعان کلالی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

فبينما هو كذلک اذ بعث اللّٰه المسيح ابن مريم عليه السّلام ، فينزل عند المنارة البيضاء شرقيّ دمشق بين مهرو ذتين و اضعا كفّيه على أجنحة ملكين .

''اس وقت میں جب وہ (امام مہدی) اس طرح ہوں گے (دجال سے برسرِ پیکار ہوں گے) یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم کو (آسمان سے) بھیجے گا، وہ دو زرد رنگ کے کپڑوں میں ملبوس ہوں گے اور دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق میں سفید مینار پر اتریں گے۔'' (صحیح مسلم: ۴۰۱/۲، ح: ۲۹۳۷)

یہ حدیث بیّن دلیل ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام آسمان میں زندہ ہیں، قیامت کے قریب اتریں گے۔

دلیل نمبر ٤ :

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

یخرج الدّجّال فی أمّتی ، فیمکث أربعین ، لا أدری أربعین یوما أو أربعین شهرا أو أربعین عاما ، فیبعث اللّٰه عیسی ابن مریم کأنّه عروة بن مسعود ، فیطلبه ، فیهلکه .....

''میری امت میں دجّال نکلے گا اور چالیس تک رہے گا، راوی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال، اسی دور میں اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہما السّلام کو (آسمان سے) بھیجے گا، ان کا حلیہ عروہ بن مسعود (صحابیٔ رسول رضی اللہ عنہ) سے ملتا جلتا ہوگا، آپ اس (دجال) کا تعاقب کریں گے اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔'' (صحیح مسلم: ۴۰۳/۳، ح: ۲۹۴۰)

دلیل نمبر ٥ :

سیدنا نوّاس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

فیطلبه حتّٰی یدرکه بباب لُدّ ، فیقتله .

''عیسیٰ علیہ السّلام دجال کا پیچھا کریں گے حتی کہ لُد (Lydda) کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کر دیں گے۔'' (صحیح مسلم: ۴۰۱/۲، ح: ۲۹۳۷)

دلیل نمبر ٦ :

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

فاذا جاؤوا بالشّام خرج ، فبینما هم یعدّون للقتال ، یسوّون الصّفوف ، اذ أقیمت الصّلاة ، فینزل عیسی ابن مریم فأمّهم ، فاذا رآه عدوّ اللّٰه ذاب کما یذوب الملح فی الماء ، فلو ترکه لانذاب حتّٰی یهلک ، ولکن یقتله اللّٰه بیده ، فیریهم دمه فی حربته .

''جب (مسلمان) ملکِ شام پہنچیں گے تو دجّال نکل آئے گا، جس وقت وہ لڑائی کی تیاری کے لیے

صفیں درست کریں گے اور نماز قائم کی جائے گی تو عیسیٰ بن مریم علیہا السّلام نازل ہوں گے اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے، جب اللہ کا دشمن (دجال) ان کو دیکھے گا تو وہ اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے، اگر آپ اس کو چھوڑ بھی دیں تو وہ پگھل کر ہلاک ہو جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ اسے آپ کے ہاتھ سے قتل کروائے گا اور آپ کے نیزے پر اس کا خون ان (لوگوں) کو دکھائے گا۔''

(صحیح مسلم: ۳۹۲/۲ ، ح: ۲۸۹۷)

فائدہ :

یہ حدیث دلیل نمبر۲ سے ظاہراً متعارض معلوم ہوتی ہے کہ اس میں ذکر ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام نماز پڑھانے سے انکار کر دیں گے، جبکہ اس حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ خود نماز پڑھائیں گے۔

امام ابنِ حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مراد عیسیٰ علیہ السّلام کے نماز پڑھانے سے یہ ہے کہ آپ امامتِ نماز کا حکم دیں گے، کیونکہ اہلِ عرب فعل کا انتساب جس طرح کام کرنے والے کی طرف کرتے ہیں، اسی طرح اس کا حکم دینے والے کی طرف بھی کر دیتے ہیں۔ (صحیح ابن حبان)

دلیل نمبر ۷ :

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

وانّـه سيـظهـر على الأرض كلّها الّا الحرم وبيت المقدس ، وانّه يحصر المؤمنين فى بيت المقدس ، فيتزلزلون زلزالا شديدا ، فيصبح فيهم عيسى ابن مريم ، فيهزمه اللّٰه وجنوده .

''دجّال حرم اور بیت المقدس کے علاوہ ساری زمین پر قابض ہو جائے گا اور مومنوں کو بیت المقدس میں محصور کر دے گا، اس وقت لوگوں کے اندر شدید زلزلہ کی سی کیفیت ہوگی اور صبح کے وقت عیسیٰ علیہ السّلام نازل ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ دجّال اور اس کے لشکروں کو شکست دے گا۔''

(المستدرك للحاكم: ۱/ ۳۳۱ ، وسندهٔ حسن)

اس حدیث کا راوی ثعلبہ بن عباد العبدی ''حسن الحدیث'' ہے، امام ابنِ خزیمہ (۱۳۹۷)، امام ابنِ حبان (۲۸۵٦)، امام ترمذی (۵٦۲) اور امام حاکم (۳۳۱/۱) رحمہم اللہ نے اس حدیث کی ''تصحیح'' کر کے اس کی ''توثیق'' کی ہے، لہٰذا اس کو ''مجہول'' کہنے والوں کا قول مردود ہے۔ فافہم

دلیل نمبر ۸ :

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: **دخل علی النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم وأنا أبکی ، فقال : ما یبکیک ؟ فقلت : یا رسول اللّٰه ! ذکرت الدّجّال ، قال : فلا تبکی ! فان یخرج وأنا حیّ أکفیکموه ، وان أمت ، فانّ ربّکم لیس بأعور ، وانّه یخرج معه یهود أصبهان ، فیسیر حتّٰی ینزل بضاحیة المدینة ، ولها یومئذ سبعة أبواب ، لکلّ باب ملکان ، فیخرج الیه شرار أهلها ، فینطلق حتی یأتی لُدّا ، فینزل عیسی ابن مریم ، فیقتله ، ثمّ یمکث عیسیٰ فی الأرض أربعین سنة أو قریبا من أربعین سنة اماما عادلا وحکما مقسطا .**

''میں رو رہی تھی کہ نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم میرے پاس تشریف لائے، فرمایا، کس چیز نے آپ کو رُلا دیا ہے؟ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے دجّال یاد آ گیا تھا، آپ نے فرمایا، مت روئیں! اگر میرے جیتے جی وہ نکل آیا تو میں تمہیں اس سے کافی ہو جاؤں گا اور اگر میں فوت ہو گیا تو (یہ یاد رکھنا کہ) تمہارا رب کانا نہیں ہے، دجّال نکلے گا اور اس کے ساتھ اصبہان کے یہودی ہوں گے، پھر وہ چلے گا حتی کہ مدینہ کے بیرونی کنارے پر پڑاؤ ڈالے گا، اس وقت مدینہ کے بُرے لوگ اس کے ساتھ مل جائیں گے، پھر وہ چلے گا حتی کہ مقامِ لُدّ (Lydda۔ بیت المقدس کے قریب ایک بستی) تک پہنچ جائے گا، عیسیٰ علیہ السّلام (آسمان سے) اتر کر اسے قتل کر دیں گے، پھر آپ زمین پر چالیس سال تک یا چالیس سال کے قریب ایک امامِ عادل اور حاکمِ منصف کی حیثیت سے رہیں گے۔''

(مصنف ابن ابی شیبه : ۱۵ /۱۳٤، مسند الامام احمد : ٦ /۷۵ ، السّنّة لعبد اللّٰه بن احمد : ۹۹٦ ، وسندہٗ حسن)

اس حدیث کو امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (٦۸۲۲) نے ''صحیح'' کہا ہے، علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رجاله رجال الصّحیح غیر الحضرمیّ بن لاحق ، وهو ثقة .

''اس کے سارے راوی صحیح بخاری کے ہیں، سوائے الحضرمی بن لاحق کے اور وہ ثقہ ہیں۔''

(مجمع الزوائد : ۳۳۸/۷)

الحضرمی بن لاحق التیمی ''حسن الحدیث، لابأس بہ'' ہے، اس کو امام ابنِ حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات'' میں ذکر کیا ہے، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے ''لیس بہ بأس'' کہا ہے۔ (الجرح والتعدیل : ۳۰۲/۳، وسندہٗ صحیح)

امام ابنِ عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **أرجوا أنّه لا بأس به.** (الکامل لابن عدی : ۲ /٤۵٤)

سیدنا عیسیٰ علیہ السّلام کے نزول اور پھر ان کے زمین پر رہنے کے الفاظ دلیل ہیں کہ آپ آسمان سے اتریں گے۔

دلیل نمبر ۹ :

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

كيف أنتم اذا نزل ابن مريم فيكم و امامكم منكم .

''اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب عیسیٰ علیہ السّلام تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تمہی میں سے ہوگا؟'' (صحیح بخاری : ۳٤٤۹، صحیح مسلم : ۱۵۵)

فائدہ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

والّذي نفسي بيده ليهلنّ ابن مريم بفجّ الرّوحاء حاجّا أو معتمرا أو ليثنّيهما .

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابنِ مریم علیہ السّلام ضرور فجِ روحا مقام پر حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت کر کے احرام باندھیں گے۔'' (صحیح مسلم : ۱ /٤۰۸ ، ح : ۱۲۵۲)

حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وهذا يكون بعد نزول عيسىٰ عليه السّلام من السّماء في آخر الزّمان .

''یہ کام آخری زمانے میں عیسیٰ علیہ السّلام کے آسمان سے نزول کے بعد ہوگا۔''

(شرح صحیح مسلم از نووی : ۱ /٤۰۸)

دلیل نمبر ۱۰ :

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

''تمام انبیاء آپس میں علّاتی بھائی ہیں، ان کی مائیں جدا جدا ہیں، لیکن دین ایک ہے، میں سب سے بڑھ کر عیسیٰ علیہ السّلام کے قریب ہوں، کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا، وہ نازل ہونے والے ہیں، جب ان کو دیکھو تو (ان نشانیوں سے) ان کو پہچان لینا، وہ درمیانی قد والے ہیں اور رنگ ان کا سرخ و سفید ہوگا، ہلکے زرد رنگ کے لباس میں ہوں گے، ایسے محسوس ہوگا جیسے ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہو، حالانکہ نمی (پانی) لگا نہیں ہوگا، آپ لوگوں سے اسلام کی خاطر لڑائی کریں گے، صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، مسیح دجّال کو ہلاک کریں گے، جزیہ ختم کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا سارے ادیان ختم کر دے گا، زمین میں امن قائم ہو جائے گا، حتی کہ شیر اونٹوں کے ساتھ، چیتے گائیوں کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ مل کر چریں گے، بچے سانپوں سے کھیلیں گے، لیکن وہ انہیں نقصان نہ پہنچا

سکیں گے، آپ زمین میں چالیس سال رہیں گے، پھر فوت ہو جائیں گے، پھر آپ صلوات اللہ علیہ پر مسلمان جنازہ پڑھیں گے۔'' (مسند الامام احمد : ۲/ ۴۳۷ ، ح : ۹۶۳۲، قتادة صرّح بالسماع عندهٗ ، سنن ابی داوٗد : ۴۳۲۴ ، مسند الطیالسی : ص ۳۳۵ ، وسندهٗ صحیح)

اس حدیث کو امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (۶۸۲۲) نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۵۹۵/۲) نے اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اسے ''صحیح'' اور حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے بھی اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔ (فتح الباری : ۶/ ۴۹۳)

دلیل نمبر ۱۱ :

قال الامام ابن ماجه : حدّثنا محمّد بن بشّار ، حدّثنا يزيد بن هارون ، حدّثنا العوّام بن حوشب ، حدّثني جبلة بن سحيم عن مؤثر بن عفازة عن عبد اللّٰه بن مسعود ، قال : لمّا كان ليلة أسرى برسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم لقي ابراهيم وموسى وعيسىٰ ، فتذاكروا السّاعة ، فبدأوا بابراهيم ، فسألوا عنها ، فلم يكن عنده منها علم ، ثمّ سألوا موسىٰ ، فلم يكن عنده منها علم ، فردّ الحديث الى عيسى ابن مريم ، فقال : قد عهد اليّ فيما دون وجبتها ، فأمّا وجبتها ، فلا يعلمها الا اللّٰه ، فذكر خروج الدّجّال ، قال : فأنزل ، فأقتله .

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس رات رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو معراج کروائی گئی، آپ ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السّلام سے ملے، انہوں نے قیامت کے بارے میں مذاکرہ کیا، وہ ابراہیم علیہ السّلام سے شروع ہوئے، ان سے قیامت کے بارے دریافت کیا، ان کے پاس اس بارے کوئی علم نہ تھا، پھر موسیٰ علیہ السّلام سے پوچھا، ان کے پاس بھی کوئی علم نہ تھا، بات عیسیٰ علیہ السّلام کی طرف لوٹا دی گئی، آپ نے فرمایا، مجھے قیامت قائم ہونے سے پہلے کی باتیں بتائی گئی ہیں، باقی رہا اس کے قائم ہونے کا وقت تو اللہ ہی جانتا ہے، پھر آپ نے دجّال کے خروج کا ذکر کیا اور فرمایا، میں نازل ہوں گا اور اسے قتل کروں گا۔'' (مصنف ابن ابی شیبه : ۱۵/ ۱۵۷ ، سنن ابن ماجه : ۴۰۸۱ ، ص ۳۰۹ درسی نسخه ، واللفظ لهٗ ، مسند الامام احمد : ۱/ ۳۷۵ ، المستدرك للحاكم : ۲/ ۳۸۴ ، ۴/ ۴۸۸-۴۸۹ ، ۵۴۵-۵۴۶ ، وسندهٗ صحیح)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

علامہ بوصیری کہتے ہیں: **هذا اسناد صحيح ، رجاله ثقات .**

''یہ سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔'' (مصباح الزجاجة)

اس کے راوی مؤثر بن عفازہ کو امام ابنِ حبان (الثقات: ۴۶۳/۵) اور امام عجلی (۴۴۳) رحمہما اللہ نے ''ثقہ'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی حدیث کی ''تصحیح'' کر کے اس کی ''توثیق'' کر دی ہے، اس پر جرح کا ادنیٰ لفظ بھی ثابت نہیں، لہٰذا ''ثقہ'' ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں الفاظ ہیں: فأهبط ، فأقتله . ''میں اتر کر اسے قتل کروں گا۔''

حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فهـؤلاء أكـابـر أولـى الـعزم من المرسلين ، ليس عندهم علم بوقت السّاعة على التّعيين ، وانّـمـا ردّوا الـى عيسـىٰ عليه السّلام ، فتكلّم على أشرطها ، لأنّه ينزل فى آخر هذه الأمّة منفذا لأحـكـام رسـول الـلّـه صـلّى اللّه عليه وسلّم ويقتل المسيح الدّجّال ويجعل اللّه هلاک يأجوج ومأجوج ببركة دعائه ، فأخبر بما أعلمه اللّه تعالىٰ به .

''ان بڑے بڑے اولوالعزم رسولوں کے پاس قیامت کے وقت کا درست علم نہیں تھا، انہوں نے اس بات کو عیسیٰ علیہ السّلام کی لوٹا دیا تو انہوں نے قیامت کی نشانیوں کے بارے میں گفتگو فرمائی، کیونکہ آپ اس امت کے آخری دور میں رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے احکام کو نافذ کرنے کے لیے (آسمان سے) اتریں گے، مسیح دجّال کو قتل کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا کی برکت سے یاجوج ماجوج کو ہلاک کرے گا، لہٰذا انہوں نے وہ بات بتادی جسکی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی۔'' (تفسير ابن كثير : ۲٤٨/٣ ، تحقيق عبد الرزاق المهدى)

دلیل نمبر ۱۲ :

قال الامام البزّار : حدّثنا على بن المنذر ، ثنا محمّد بن فضيل عن عاصم بن كليب عن أبيه عـن أبى هريرة ، قـال : سـمـعـت أبـا الـقـاسم الصّادق المصدوق يقول : يخرج الأعور الدّجّال مسيح الضّلالة قبل المشرق فى زمن اختلاف النّاس وفرقة ، فيبلغ ما شاء اللّه أن يبلغ من الأرض فـى أربـعين يوما ، اللّه اعلم ما مقدارها ؟ فيلقى المؤمنون شدّة شديدة ، ثمّ ينزل عيسى ابن مريم صـلّـى الـلّـه عليه وسلّم من السّماء ، فيقوم النّاس ، فاذا رفع رأسه من ركعته قال : سمع اللّه لمن حمده ، قتل اللّه المسيح الدّجّال ، وظهر المؤمنون ، فأحلف انّ رسول اللّه صلّى اللّه عليه وسلّم أبـا الـقـاسـم الـصّادق المصدوق صلّى اللّه عليه وسلّم قال : انّه لحقّ وأما انّه قريب ، فكل ما هو آت قريب .

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے صادق و مصدوق نبی ابوالقاسم صلّی اللہ علیہ وسلّم

کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گمراہی کا مارا ہوا کانا دجّال لوگوں کے اختلاف وافتراق کے دور میں مشرق سے نکلے گا ، چالیس دنوں میں زمین میں جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے گا ، پہنچے گا ، اللہ خوب جانتا ہے کہ ان چالیس دنوں کی مقدار کتنی ہوگی؟ مومن لوگ بہت سختی میں مبتلا ہوں گے ، پھر عیسیٰ علیہ السّلام آسمان سے نازل ہوں گے ، لوگ کھڑے ہو جائیں گے ، جب آپ اپنا سر رکوع سے اٹھائیں گے تو ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہیں گے ، اللہ تعالیٰ مسیح دجّال کو قتل کر دے گا اور مومن غالب آ جائیں گے ، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ صادق ومصدوق نبی ابو القاسم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ، یہ بات حق ہے اور خبردار یہ قریب ہے ، کیونکہ ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے ۔''

(مسند البزار (كشف الاستار عن زوائد البزار : ٤/ ١٤٢ ، ح : ٣٣٩٦ ، وسندهٗ صحيح)

حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: **رواه البزّار ورجاله رجال الصّحيح .**

''اسے بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں ۔'' (مجمع الزوائد : ٧/ ٣٤٩)

١ ☆ علی بن المنذر باتفاقِ محدثین ''ثقہ'' ہیں ، ان پر ''شیعی'' ہونے کا الزام مضر نہیں ، امام ابنِ سعد نے ان کو ''ثقہ وصدوق'' قرار دینے کے بعد کہا ہے: **وبعضهم لا يحتجّ به.** ''بعض محدثین اس سے حجت نہیں لیتے ۔'' یہ جرح محدثین کے اتفاق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے ۔

٢ ☆ ''**بعضهم**'' نامعلوم ومجہول ہیں ، لہٰذا یہ جرح مردود ہے ، پھر یہ اس روایت کے بیان کرنے میں منفرد نہیں ، بلکہ ان کی متابعت عبد الواحد بن زیاد المصری نے مسند اسحاق بن راہویہ (٢٦٢) میں اور صالح بن عمر الواسطی نے صحیح ابنِ حبان (٦٨١٢) میں کر رکھی ہے ۔

٣ ☆ عاصم بن کلیب صحیح مسلم کے راوی ہیں اور بالاتفاق ''ثقہ'' ہیں ، ان کے بارے میں امام علی بن مدینی کا قول ''**لا يحتجّ به اذا انفرد**'' ثابت نہیں ، بالفرض وہ ثابت بھی ہو جائے تو محدثین کے اتفاق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے ۔

٤ ☆ عاصم بن کلیب کے والد کلیب بن شہاب بھی بالاتفاق ''ثقہ'' ہیں ، ان پر جرح کا ادنیٰ کلمہ تک ثابت نہیں ۔

یہ حدیث نصِ صریح ہے کہ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما الصلاۃ والسّلام آسمان سے اتریں گے ۔

☆☆..........☆☆..........☆☆

قارئین کے سوالات   غلام مصطفےٰ ظہیر امن پوری

سوال نمبر ①   کیا حالتِ نیند میں نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت ہوسکتی ہے؟

جواب: ہمارا عقیدہ ہے کہ شیطان لعین ہمارے امامِ اعظم محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صورتِ مبارک اختیار نہیں کرسکتا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: **من رآنی منکم فی المنام فقد رآنی ، فانّ الشّیطان لا یتمثّل فی صورتی.**

''جس نے خواب میں مجھے دیکھا، یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔'' (صحیح بخاری : ۱۱۰ ، ۶۹۹۳ ، صحیح مسلم : ۲۲۶۶)

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

من رآنی فقد رأی الحقّ .

''جس نے حالتِ نیند میں میرا دیدار کیا، بالیقین اس نے حق دیکھا (یعنی مجھے ہی دیکھا)۔''

(صحیح بخاری : ۶۹۹۶ ، صحیح مسلم : ۲۲۶۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظة ، ولا یتمثّل الشّیطان بی .

''جس نے خواب میں میرا دیدار کیا، وہ حالتِ بیداری میں بھی میرا دیدار کرے گا، شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔'' (صحیح بخاری : ۶۹۹۳ ، صحیح مسلم : ۲۲۶۶)

اس حدیثِ مبارک نے اوپر والی احادیث کا مطلب واضح کردیا ہے کہ ان احادیثِ مبارکہ کا تعلق صحابۂ کرام سے ہے، یعنی آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا، یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا، وہ حالتِ بیداری میں بھی مجھے دیکھ لے گا، شیطان میری شکل وصورت اختیار نہیں کرسکتا

ہاں! یہ تو ہوسکتا ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مشابہ انسان کی شکل میں متشکل ہوکر یہ کہہ دے کہ میں ''محمد رسول اللہ'' ہوں، اب جس نے نبیٔ رحمت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حیاتِ طیبہ میں آپ کا حلیہ مبارک نہیں دیکھا، وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں یا کوئی دوسرا انسان ہے۔

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حلیہ مبارک کی جان پہچان تو وہی کرسکتا ہے، جس نے پہلے آپ کو حالتِ

بیداری میں دیکھا ہو، وہ صحابۂ کرام ہی ہو سکتے ہیں، کوئی دوسرا نہیں۔

لہٰذا یہ کہنا پڑے گا کہ صحابۂ کرام کے لیے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کا تعین ہونا درست ہے، اب کسی انسان کو یقینی طور پر زیارت نصیب نہیں ہو سکتی، چونکہ ہمارے پاس ایسا کوئی پیمانہ نہیں ہے جس سے ہم یہ معلوم کر سکیں کہ زیارت کا دعوے دار مصیب ہے یا مخطی، لہٰذا ہم عادل، صالح، صحیح العقیدہ اور متبع سنت کے دعویٔ دیدار کے بارے میں سکوت کرتے ہیں۔

تنبیہ: حیران کن بات تو یہ ہے کہ اب جو بھی آپ کی زیارت کا دعوی کرتا ہے، ہر ایک الگ الگ صورت وشکل بیان کرتا ہے، ایک صورت پر متفق نہیں۔

امام ایوب السختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **كان محمّد هو ابن سيرين اذا قصّ عليه رجل أنّه رأى النّبيّ صلّى اللّه عليه وسلّم قال : صف لي الّذي رأيته ، فان وصفه له صفة لا يعرفها قال : لم تره .**

''امام محمد بن سیرین تابعی رحمہ اللہ پر جب کوئی بیان کرتا کہ اس نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دیدار کیا ہے تو آپ فرماتے، جو صورت وشکل تو نے دیکھی ہے، وہ بیان کر، اگر وہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وہ صورت ان سے بیان کرتا جس کو وہ نہیں جانتے ہوتے تھے تو کہہ دیتے، تو نے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نہیں دیکھا۔''

(صحيح بخاري ، فتح الباري : ١٢ /٣٨٤ ، تغليق التعليق : ٥ /٢٦٧-٢٦٨ ، وسندهٔ صحيح)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

امام ابنِ سیرین رحمہ اللہ کی بات سے ہماری بات کو تقویت ملتی ہے۔ فلله الحمد والمنة على الاسلام والسّنّة !

☆☆............☆☆............☆☆

اپیل دعائے مغفرت

پرچہ پریس میں جا چکا تھا کہ یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی کہ برادرِ محترم جناب قاری محمود الحسن صاحب اور قاری احمد حسن صاحب آف تاندلیانوالہ کی والدۂ ماجدہ 17 فروری 2009 کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں، مرحومہ نہایت نیک، صالحہ اور صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی اولاد کو ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے! آمین۔

قارئین سے بھی التماس ہے کہ وہ مرحومہ کے لیے خصوصی دعائے مغفرت فرمائیں۔

جنازہ کے آگے یا پیچھے بآوازِ بلند ذکر وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

جنازہ کے آگے یا پیچھے بآوازِ بلند ذکر وغیرہ کرنا ''قبیح بدعت'' ہے، قرآن وحدیث میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعینِ عظام، ائمہ دین اور سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے۔

اس کے باوجود ''قبوری فرقہ'' اس کو جائز سمجھتا ہے، جنازہ کے آگے یا پیچھے بآوازِ بلند ذکر یا قرآن خوانی کرنا نیکی کا کام ہوتا یا شریعت کی رو سے میت کو کوئی فائدہ پہنچتا تو صحابہ کرام اور سلف صالحین جو سب سے بڑھ کر قرآن وحدیث کے معانی، مفاہیم ومطالب اور تقاضوں کو سمجھنے والے اور ان کے مطابق زندگیوں کو ڈھالنے والے تھے، وہ ضرور اس کا اہتمام کرتے۔

چاروں اماموں سے بھی اس کا جواز یا استحباب منقول نہیں ہے، احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

''ہم مسائلِ شرعیہ میں امام صاحب (ابوحنیفہ) کا قول وفعل اپنے لیے دلیل سمجھتے ہیں اور دلائلِ شرعیہ پر نظر نہیں کرتے۔'' (جاء الحق از احمد یار خان بریلوی: ۱/ ۱۵)

اب بریلویوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے امام ابوحنیفہ سے باسندِ صحیح اس کا استحباب ثابت کریں، ورنہ ماننا پڑے گا کہ اس فرقہ کا امام ابوحنیفہ سے کوئی تعلق نہیں اور ''اجلی الاعلام بان الفتوٰی مطلقا علی قول الامام'' کے نام سے رسالے لکھنے والوں کو شعرانی جو انتہائی گمراہ انسان تھا، اس کے خلافِ شرع اقوال پیش کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

واضح رہے کہ بعض حنفی اماموں نے جنازہ کے ساتھ بآوازِ بلند ذکر کے عدمِ جواز اور بدعتِ قبیحہ ہونے کی صراحت بیان کی ہے:

۱☆ طحطاوی حنفی لکھتے ہیں: **ولا یرفع صوته بالقرائة ولا بالذّكر ، ولا یغترّ بكثرة من یفعل ذلك ، وامّا ما یفعله الجهّال فی القرائة علی الجنازة من رفع الصّوت والتّمطیط فیه فلا یجوز بالاجماع ، ولا یسع أحدا یقدر علی انكاره أن یسكت عنه ولا ینكر علیه ، وعلیهم الصّمت**

ونحو ذلک کالأذکار المتعارفة بدعة قبیحة .

''جنازہ کے ساتھ قراءت اور ذکر کے وقت آواز بلند نہ کرے، جولوگ یہ بلند آواز سے ذکر کرتے ہیں، ان کی کثرت دیکھ کر دھوکے میں نہ آجائے، جنازہ کے ساتھ جاہل لوگ اونچی آواز سے اور کھینچ کھینچ کر کرتے ہیں، یہ بالا جماع جائز نہیں ہے، کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ اس کے انکار پر قدرت وطاقت رکھتا ہو، پھر خاموش رہے اور اس پر انکار نہ کرے، لوگوں پر خاموشی لازم ہے، اسی طرح جنازہ کے ساتھ اذکارِ متعارفہ بدعتِ قبیحہ ہیں۔'' (حاشیة الطحطاوی : ۳۳۲)

۲ ☆ ترکمانی حنفی لکھتے ہیں: ومن البدع ما یفعل بین یدی المیّت من قرائة وذکر وحمل خبز وخرفان ، الکلّ لا یرضی الواحد الدّیّان .

''میت کے آگے قراءت وذکر کرنا، روٹیاں اور بکری کا بچہ اٹھانا، بدعت کے کاموں میں سے ہے، ان ساری چیزوں پر کوئی ایک بھی دیندار انسان راضی نہیں ہوسکتا۔''(کتاب اللمع فی الحوادث والبدع از ترکمانی : ۲۳۲)

نیز لکھتے ہیں: وکذلک الذّکر جهرا یکره فعله خلف الجنازة ، ولیس فیه أجر للذّاکر ولا للمیّت .

''اسی طرح جنازہ کے پیچھے اونچی آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے، اس میں ذاکر (ذکر کرنے والے) اور میت کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔''(کتاب اللمع : ۲۱٦)

۳ ☆ حنفی مذہب کی معتبر ترین کتابوں میں لکھا ہے:

''جنازے کے ساتھ جانے والوں کو خاموش رہنا واجب ہے اور بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مکروہ ہے، اگر اللہ کا ذکر کرنا چاہیں تو اپنے دل میں کریں۔''

(فتاوٰی عالمگیری : ۱/ ۱٦۲، فتاوٰی قاضی خان : ۱/ ۹۲ بحوالہ جاء الحق از نعیمی : ۱/ ٤۰۸)

ایک حنفی امام لکھتے ہیں: رفع الصّوت بالذّکر وقرائة القرآن وقولهم کلّ حیّ یموت ونحو ذلک خلف الجنازة بدعة .

''جنازہ کے ساتھ بآوازِ بلند ذکر اور قراءتِ قرآن اور لوگوں کا یہ کہنا کہ ہر زندہ مرے گا، اور اس طرح کی باتیں بدعت ہیں۔''(فتاوی سراجیه : ۲۳)

محمد رکن دین بریلوی لکھتے ہیں:

''سوال: جولوگ جنازہ کے ہمراہ ہوں ان کوکلمہ طیبہ راستہ میں پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: پکار کر پڑھنا تو مکروہ ہے، دل میں اگر پڑھیں تو مضائقہ نہیں، بہتر خاموشی ہے (عالمگیری)''(رکن دین: ۲۰۶)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ :

احمد یار خان نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

''جن فقہاء نے میت کے ساتھ ذکر بالجہر کو مکروہ فرمایا، ان کی مراد مکروہ تنزیہی ہے۔''(جاء الحق: ۱/ ۴۱۰)

جناب بریلوی صاحب دھینگا مشتی کرتے ہوئے اپنے ''فقہاء'' کی عبارت کا مفہوم بگاڑنے میں سرگرداں ہیں کہ مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہے، جبکہ بعض ''فقہاء'' نے اس کو بدعتِ قبیحہ کہا ہے، ابنِ نجیم حنفی جن کو ابوحنیفہ ثانی کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

وینبغی لمن تبع الجنازة أن يطيل الصّمت ويكره رفع الصّوت بالذّكر وقرائة القرآن وغيرهما فی الجنازة والكراهة فيها كراهة تحريم .

''جنازہ کے پیچھے چلنے والوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ لمبی خاموشی اختیار کریں، جنازہ کے ساتھ اونچی آواز سے ذکر اور قراءتِ قرآن وغیرہ مکروہ ہے، اس میں کراہت تحریمی ہے۔'' (البحر الرائق: ۲/۱۹۹)

ثابت ہوا کہ ''مفتی'' صاحب کی توجیہ باطل ہے اور محض بدعت کو کمزور سہارا دینے والی بات ہے۔

حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''جان لو! درست اور مختار مذہب یہ ہے کہ جس پر سلف رضی اللہ عنہم کا عمل رہا ہے کہ جنازہ کے ساتھ چلتے وقت سکوت اختیار کیا جائے، قرآءت اور ذکر وغیرہ میں آواز بلند نہ کی جائے، اس میں حکمت ظاہر ہے کہ خاموشی انسان کے دل کو مطمئن اور جنازے کے متعلق چیزوں کے بارے میں اس کی فکر کو جمع کر دیتی ہے، اس حالت سے یہی مطلوب ہے اور یہی حق بھی ہے، اس کی مخالفت کرنے والوں کی کثرت دیکھ کر دھوکہ مت کھا۔''(الاذکار از نووی: ۱۳۶)

اسی طرح جب حافظ نووی سے سوال کیا گیا کہ دمشق میں بعض جاہل جنازے پر بری طرح کھینچ کھینچ کر، حد سے زیادہ سر اور کلمات میں زائد حروف داخل کر کے قراءت کرتے ہیں، کیا ایسا کرنا مذموم چیز ہے یا نہیں؟

حافظ نووی جواب دیتے ہیں: ''یہ واضح برائی اور انتہائی قابلِ مذمت چیز ہے، اس کے حرام ہونے پر علماء کا اجماع ہے، ماوردی اور دوسرے کئی ایک اماموں نے اس کے حرام ہونے پر اجماع نقل کیا ہے،

حاکمِ وقت اس فعل پر ان کو ڈانٹے اور تعزیر قائم کرے اور اس فعل سے توبہ کرائے، ہر مکلّف جو اس کے انکار پر قدرت و طاقت رکھتا ہے، اس پر انکار لازم ہے۔'' (فتاوٰی النووی: ٣٦)

٥☆ حافظ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''جنازے کے ساتھ بآوازِ بلند ذکر وغیرہ کرنا، یہ اہلِ کتاب اور عجمیوں کی عادت تھی، لیکن اس امت کے بہت سارے لوگ بھی اس میں مبتلا ہو گئے ہیں۔''

(اقتضاء الصراط المستقیم: ٣١٦/١)

نیز فرماتے ہیں: ''جنازے کے ساتھ آواز بلند کرنا بالاتفاق مکروہ ہے، خواہ قراءت ہی ہو۔''

(الاختیارات الفقهیة: ٨٨)

٦☆ ابن النحاس (م ٨١٤ھ) لکھتے ہیں: ''اگر قراءت میں کھینچاؤ اور الحان نہ بھی ہو، پھر بھی یہ مکروہ بدعت ہے، کیونکہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اور سلف میں سے کسی انسان سے ایسا کرنا ثابت نہیں ہے، اسی طرح جنازے کے ساتھ ذکر بھی مکروہ بدعت ہے۔''

(تنبیه الغافلین عن اعمال الجاهلین وتحذیر السالکین من افعال الهالکین: ٤٨١)

اہلِ بدعت کے دلائل

١☆ اہلِ بدعت کا عمومی دلائل سے اس کا ثبوت پیش کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ بدعات یا تو عمومی دلائل کے تحت آتی ہی نہیں یا ان سے مستثنٰی ہوتی ہیں۔

٢☆ سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہتے ہیں:

لم یکن یسمع من رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم وهو یمشی خلف الجنازة الا قول لا اله الا اللّٰه مبدیا وراجعا .

''جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جنازے کے پیچھے چلنا شروع کرتے اور جب واپس لوٹتے تو ابنِ عمر رضی اللہ عنہما آپ سے لا الٰہ الا اللہ کے سوا کچھ بھی نہیں سنتے تھے۔'' (الکامل لابن عدی: ١ /٢٦٩، ٤ /١٦٠٨)

تبصرہ :

یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے، اس کے راوی ابراہیم بن احمد الحرانی کے بارے میں امام ابو عروبہ فرماتے ہیں: **کان یضع الحدیث .** ''یہ حدیثیں گھڑتا تھا۔'' (الکامل لابن عدی: ١ /٢٦٩)

اس کے بارے میں تعدیل ثابت نہیں ہے، لہٰذا ایسی موضوع (من گھڑت) روایت بدعت کے ثبوت

میں پیش کرنا سراسر دھوکہ اور ظلم ہے۔

احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں: ''اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو، پھر بھی فضائلِ اعمال میں معتبر ہے۔''(جاء الحق : ۱ /٤٠٤)

اولاً: یہ روایت من گھڑت ہے۔ ثانیاً: اس میں جنازے کے ساتھ بآوازِ بلند اجتماعی ذکر کا وجود نہیں ملتا۔ ثالثاً: اس مسئلہ کا تعلق احکام کے ساتھ ہے نہ کہ فضائل کے ساتھ، چونکہ اختلاف اس بارے میں ہے کہ جنازے کے آگے یا پیچھے ذکر کرنا جائز ہے یا ناجائز، نہ کہ اس کی فضیلت کے بارے میں۔

۳☆ عن عبدالله بن محمّد بن وهب ، حدّثني يحيى بن محمّد بن صالح ، حدّثنا خالد بن مسلم القرشي ، حدّثنا يحيى بن أيّوب عن يزيد بن أبى حبيب عن سنان بن سعد عن أنس ، قال : قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : أكثروا فى الجنازة قول لا اله الّا الله .

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، جنازے کے ساتھ کثرت سے لا الہ الا اللہ پڑھو۔''(مسند الديلمي : ۱ /۷ /۳۲ بحواله سلسلة الاحاديث الضعيفة : ۲۸۸۱)

تبصره :

یہ روایت ''ضعیف'' ہے، اس کے بعض راوی نامعلوم ومجہول ہیں، محدث البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یحیٰی بن ایوب سے نیچے راویوں کا مجھے ذکر نہیں مل سکا۔

مجہول اور نامعلوم راویوں کی روایت سے استدلال اہلِ حق کو زیب نہیں دیتا، دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں ذکر بالجہر کا وجود تک نہیں ملتا۔

تنبيه :

جناب اشرف علی تھانوی دیوبندی کہتے ہیں:

''ہمارے حضرت حاجی (امداد اللہ) صاحب قبلہ نے انتقال کے وقت مولوی اسماعیل صاحب سے فرمایا تھا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میرے جنازے کے ساتھ ذکر بالجہر کیا جائے، انہوں نے کہا، حضرت یہ تو نامناسب معلوم ہوتا ہے، ایک نئی بات ہے، جس کو فقہاء نے اس خیال سے کہ عوام سنت نہ سمجھ لیں، پسند نہیں کیا، فرمایا بہت اچھا، جو مرضی ہو، خیر بات آئی گئی ہوئی اور کسی کو اس کی خبر بھی نہیں ہوئی، کیونکہ خلوت میں گفتگو ہوئی تھی،

مگر جب جنازہ اٹھا تو ایک عرب کی زبان سے نکلا ، اذکروا اللہ بس پھر کیا تھا، سب لوگ بے ساختہ ذکر کرنے لگے اور لا الہ الا اللہ کی صدائیں برابر قبرستان تک بلند رہیں، بعد میں مولوی اسماعیل صاحب اس گفتگو کو نقل کر کے کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت (امداداللہ) کو تو منوا دیا، مگر اللہ تعالیٰ کو کیونکر منوائیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت کی تمنا پوری کردی۔''

(قصص الاکابر از تھانوی : ۱۱۹ ، الافاضات الیومیة از تھانوی : ۳ /۲۷۷ ، امداد المشتاق از تھانوی : ۲۰٤)

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں:

۱☆ دیوبندیوں کے عقیدہ وحدت الوجود کے امام اور ان کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ کے نزدیک بدعت اور بے اصل کام کی خواہش کرنا بھی صحیح ہے اور خلافِ شرع کام کی وصیت بھی۔

۲☆ جنازے کے آگے یا پیچھے بآوازِ بلند ذکر وغیرہ کی بدعت پر عمل کرنے میں تمام تقلید پرست متفق ہیں، حالانکہ میت کے ساتھ اونچی آواز سے پڑھنا ہندوؤں کی رسمِ بد ہے۔

۳☆ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھی جھوٹ بولنے سے بھی باز نہیں آتے۔

الحاصل :

جنازے کے آگے یا پیچھے بآوازِ بلند ذکر اور نعت خوانی وغیرہ بدعتِ قبیحہ، سیئہ اور مذمومہ ہے۔

☆☆............☆☆............☆☆

شکریہ

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من لم يشكر القليل لم يشكر الكثير ، ومن لم يشكر الناس لم يشكر الله عزوجل ، والتحديث بنعمة الله شكر ، وتركها كفر ، والجماعة رحمة ، والفرقة عذاب .

''جو تھوڑی نعمت کا شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ زیادہ کا بھی شکریہ ادا نہیں کرتا، جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکریہ ادا نہیں کرتا، اللہ کی نعمت دوسروں سے بیان کرنا شکریہ ہے اور ایسا نہ کرنا کفرانِ نعمت ہے، جماعت رحمت ہے اور تفرقہ بازی عذاب ہے۔'' (مسند الامام احمد : ٤ /۲۷۸، ۳۷۵ ، زوائد مسند الامام احمد : ٤ /۳۷۵ ، السنة لابن ابی عاصم : ۹۳ ، الشکر لابن ابی الدنیا : ٦٤ ، وسندہٗ حسن)